مشمولات

کالمز	عنوانات	قلم کار	صفحہ
پیغام	آؤ چلیں وادی نور کی طرف	امیر سنی دعوت اسلامی	۳
اداریہ	دوران حج دعوت وتبلیغ کے مواقع	محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی	۴
نورِ مبین	قربانی کے ضروری فضائل ومسائل	عبدالرشید قادری	۷
انوارِ سیرت	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا آنکھوں دیکھا حال	پیش کش: مولانا نجیب اللہ نوری	۱۱
استفسارات	شرعی احکام ومسائل	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۵
تذکیر وتزکیہ	لوگوں کو راحت پہنچاؤ	امتیاز احمد مصباحی	۱۸
دعوتِ دین	داعی کی اجتماعی وانفرادی ذمہ داریاں	حسن رضا برکاتی	۲۲
داعیانِ اسلام	حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی	فضل الرحمٰن برکاتی	۲۵
رضویات	کنز الایمان اور امام احمد رضا	مولانا محمد ادریس رضوی	۳۲
روزن	آزمائش ضروری ہے	صادق رضا مصباحی	۳۵
دعوتِ عام	دعوت کی راہ میں مصائب سے مت گھبرائیے	مولانا مجاہد حسین حبیبی	۳۷
عظیم مائیں	حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا	صبیحہ صدیقی	۴۰
بزمِ اطفال	ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرو	مولانا افروز قادری ودیگر	۴۳
سخن فہمی	معمولات حرمین/ دوماہی مسلک/تشطیرات بخشش۔۔	صادق رضا مصباحی	۴۶
پیش رفت	دینی، علمی، مذہبی اور دعوتی سرگرمیاں	ادارہ	۴۸
دعوت نامے	قارئین کے خیالات وتاثرات	ادارہ	۵۱
منظومات	نعت/نعت/	علامہ قمر الزماں اعظمی، مولانا رفیع الدین	۵۴
انعامی مقابلہ	انعامی مقابلہ نمبر۱۱	عبداللہ سرور اعظمی نجمی	۵۶

آؤ! چلیں وادی نور کی طرف

از: مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے　　　ٹھیک ہو نام رضاؔ تم پہ کروروں درود

لائق صد تکریم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اسی دین کو غالب کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے اور اسی کی ترویج واشاعت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشن تھا کیوں کہ یہی دین دکھی انسانوں کی ضرورت ہے، یہی دین تمام مصائب وآلام کا حل اور کامیاب زندگی وموت کی ضمانت ہے، یہی دین فلاح دارین کا دستور ہے اور اسی سے وابستہ ہونے کے بعد ہی دوزخ سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ ملتا ہے۔شروع سے لے کر اب تک تمام انبیائے کرام، صحابۂ کرام، اولیائے کرام یہی درس دیتے رہے۔ ان کی پوری زندگی اسی پیغام سے بھری ہوئی ہے۔رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت ولادت امت کی اُسی فکر کے حوالے سے دعا فرمائی تھی۔فکر امت کے تعلق سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے، فرماتے ہیں: **ومن اصبح لایھتم بالمسلمین فلیس منھم** (حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصبہانی) یعنی جس نے اس حال میں صبح کی کہ مسلمانوں کے متعلق فکر نہ کی تو اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں'' ۔یہ درد صحابہ سے تابعین، تبع تابعین، اولیائے مقربین، غوث وخواجہ ورضا ونوری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک منتقل ہوتا رہا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ فکر امت میں گرفتار ان اللہ والوں نے ہم کو کیا دیا۔خود شمع کی طرح جلتے رہے اور دوسروں کو روشنی دی، خود تڑپتے رہے لیکن لوگوں کو سکون دیا، خود تو روتے رہے مگر لوگوں کو مسکراہٹیں دیں۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ وہ رجوع الی اللہ کی آخری منزل پر پہنچے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ وصال کے بعد بھی وہ زندہ ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جو غم امت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں مرجائے وہ مر کر بھی زندہ رہتا ہے۔آج اسی تابناک دور کی پھر ضرورت ہے۔آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دکھیاری امت گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے، غموں میں گھری ہوئی ہے۔اگر ان کے چہروں پر مسکراہٹیں لانا ہے تو ہمیں قربانی دینی ہوگی اور قربانی کا جذبہ بغیر ماحول سازی کے پیدا نہیں ہوگا۔اسی ماحول کو پیدا کرنے کے لیے **تحریک سنی دعوت اسلامی کا ۲۱ رواں بین الاقوامی سالانہ سنی اجتماع** ان شاء اللہ **مورخہ ۲۲/۲۳/۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۱/۲۲/۲۳/ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ، سنیچر، اتوار۔ وادی نور آزاد میدان** مقابل سی ایس ٹی اسٹیشن ممبئی ۱ رمیں منعقد ہونے جا رہا ہے۔

اجتماع میں آپ کی تشریف آوری ہماری حوصلہ افزائی اور امت کی تسکین کا ذریعہ بنے گی۔لہٰذا خود تشریف لائیں اور لوگوں کو سنی اجتماع میں شرکت کے لیے آمادہ بھی کریں یقیناً اللہ قادر مطلق رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

﴿......﴾

دوران حج دعوت وتبلیغ کے مواقع

توفیق احسن برکاتی کے قلم سے

سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطالعہ بتاتا ہے اور آیات قرآنی سے بھی اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوت اسلام کی ہر ممکن جہات میں اپنی پیغمبرانہ صلاحیتوں کا خوب مظاہرہ فرمایا اور جملہ مقاصد بعثت کی تکمیل میں جی جان سے جد وجہد فرمائی اور بے حساب کامرانیاں حاصل ہوئیں۔ قرآن عظیم میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف حیثیتوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن آپ کی سب سے نمایاں صفت قرآنی آیات میں جگہ جگہ جس کا ذکر آیا ہے یہ ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے حق اور سچائی کے داعی ہیں اسی داعیانہ حیثیت کو قرآن مجید میں مختلف الفاظ کے ذریعہ روشن کیا گیا ہے، مثلاً آپ کو ''شــاهـد'' (المزمل۔۱۵) کہا گیا، شهيـد کا کلمہ بھی استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح ''بشيــر'' (البقرہ۔۱۱۹) اور مبشر (الاحزاب۔۴۶) کے الفاظ سے بھی یاد کیا گیا ہے، آپ کو ''نـذيـر اور منذر'' بھی کہا گیا، داعـی الـی اللـه بھی کہا گیا، سراجا منيرا (روشن چراغ) کا لقب بھی دیا گیا، مذکر (نصیحت کرنے والا) منادی (پکارنے والا) مبلغ (پیغام حق پہنچانے والا) معلّم (تعلیم دینے والا) مزکی (لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے والا) بھی فرمایا گیا۔

یہ وہ مختلف صفات عالیہ ہیں جو قرآن مجید میں ذکر کی گئی ہیں اور سب آپ کی داعیانہ حیثیت کو واضح کرتی ہیں، یوں ہی جب ہم رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داعیانہ اضطراب کے محرکات پر نظر دوڑاتے ہیں تو درج ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں کہ آپ کو:

(۱) فریضۂ رسالت کا شدید ترین احساس تھا۔ (۲) رضاے الٰہی کے حصول کا بے پایاں شوق وجذبہ موجود تھا۔

(۳) انسانیت کا سچا درد رکھتے تھے۔ (۴) فلاح آخرت کی غیر معمولی فکر تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ ان مذکورہ اُمور کی چکا چوند سے روشن ومنور نظر آتا ہے، اپنی امت کی فلاح وصلاح کے لیے رب کی بارگاہ میں حد درجہ گریہ وزاری کے واقعات، پند ونصائح سے بھری زندگی کے لمحات، مصائب وآلام میں صبر واستقامت کے مظاہر، انفرادی واجتماعی محنت وکاوش، قربانی وجاں نثاری، یہ سب کچھ آپ کے داعیانہ اوصاف کی تابندہ جھلکیاں ہیں، جن کی تفصیل حدیث اور سیرت کی سیکڑوں کتابوں میں موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی ایک بے مثال دردمند داعی اور دور اندیش مبلغ کی طرح گزاری اور دعوت وارشاد کو ایک اہم ذمے داری کی شکل میں اپنی امت کے لیے باقی رکھ چھوڑا۔ آپ کی حیات کا ہر لمحہ دعوت الی اللہ کا کامل نمونہ ہے جس میں حکمت وسلیقہ مندی، اجتماعی جد وجہد، صبر وثبات کے انوار کی جلوہ ریزی آفتاب نیم روز بن چکی ہے اور بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔

اس موقع پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کا اجمالی ذکر بالکل مناسب لگ رہا ہے۔

ذوقعدہ دس ہجری میں آپ نے حج کے لیے روانگی کا اعلان فرمایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہی آپ کا پہلا اور آخری حج تھا، تاریخ کے صفحات میں جو ''حجۃ الوداع'' کے معنی خیز نام ولقب سے محفوظ ہے، اس حج میں آپ کے ساتھ جانے والوں کی تعداد باختلاف روایت ایک لاکھ چودہ ہزار اور ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔

اس حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں آپ نے اپنا آخری خطبہ ''خطبۃ حجۃ الوداع'' پیش فرمایا اور بہت سے ضروری احکام اسلام کا اعلان فرمایا۔ اسی خطبے میں آپ نے مناسک حج کی بھی تعلیم فرمائی اور ایسا تاریخی منشور بیان فرمایا جو انسانیت کی بھلائی اور دنیا میں امن وآشتی کے لیے تیار کیے جانے والے تمام اصولوں اور دستاویزات کی بنیاد بن گیا۔

اس تاریخی خطبے میں زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بے ہودہ رسموں کو مٹاتے ہوئے آپ نے اعلان فرمایا کہ ''سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔'' (مسلم شریف ص:۳۹۷، ج۱)

اور زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور امتیاز رنگ ونسل اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ بے بنیاد خیالات کو منہدم کرتے ہوئے مساوات اسلامی کا حیرت انگیز سبق عطا فرمایا۔

''اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایک ہے، سن لو، کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔'' (مسند احمد بن حنبل)

اور پھر عالمی امن وسلامتی کے لیے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ:

''تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ شہر محترم ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اور پھر اپنا خطبہ ختم کرتے ہوئے سامعین سے فرمایا کہ تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟ تمام سامعین نے کہا کہ ہم لوگ خدا سے کہہ دیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا، یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا کہ ''اللھم اشھد'' اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ (ابوداؤد ص: ۲۶۳، ج ۱)

تفصیل کے لیے سیرت ابن ہشام ص: ۶۶۸ اور سیرت المصطفیٰ ص: ۳۹۶ و دیگر کتب حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین حجۃ الوداع کی پوری تفصیل انوار سیرت کے کالم کے تحت شامل مضمون ''حج نبوی کا آنکھوں دیکھا حال'' میں پڑھ سکتے ہیں۔

اسی حج کے موقع پر آپ نے بآواز بلند فرمایا کہ ''لتاخذوا مناسککم فانی لاادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ؟

''حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کروں گا'' (مسلم شریف، ص: ۴۱۹، ج ۱)

کتب سیرت میں ملتا ہے کہ داعی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موسم حج میں قبائل عرب کی طرف نکلتے اور انہیں دین اسلام کی دعوت دیتے، ایک خدا کی جانب بلاتے، ان کے مسائل کا حل پیش کرتے، اور ایام حج میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارکان حج کی کامل ادائیگی کے حکم کے ساتھ ان کے سامنے عملی نمونہ پیش کرتے، انہیں مناسک حج سکھاتے، ان کے درمیان خطاب فرماتے، احکام اسلام سے انہیں روشناس کراتے اور حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے ساتھ مزدلفہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے جم غفیر کو اپنے ناصحانہ خطاب سے مستفیض فرمایا اور احکام اسلام کی بجا آوری کا حکم صادر فرمایا۔

قارئین کرام! یہ بات ضرور آپ کو ذہن نشیں رہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب بھی دینی احکام کا اعلان فرماتے تو یہ نکتہ بھی پیش نظر رکھتے کہ جو لوگ ہماری اس مجلس میں شریک نہ ہو سکے ہیں ان تک بھی ہمارا یہ پیغام پہنچ جائے اس سلسلے میں دو حدیث پاک بڑی مشہور و مشتہر ہے فرماتے ہیں: بلغوا عنی ولو اٰیۃ (تم میرا پیغام لوگوں تک پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فلیبلغ الشاھد الغائب، (حاضرین غائبین تک یہ پیغام پہنچا دیں)

دعوت وتبلیغ کا یہ بار گراں صحابہ کرام نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا اور اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ برتی، ان کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، علمائے ربانیین نے پوری دیانت داری کے ساتھ پیغام رسالت کو عام وتمام فرمایا، بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہ عظیم فریضہ اولیائے کاملین وبزرگان دین ومجددین امت نے بڑی حکمت عملی اور دور بینی بلکہ بے پناہ صبر وضبط اور استقلال وپامردی کے ساتھ انجام دیا اور حق گوئی وثبات قدمی کی ایک مثال قائم کی، جن کے حیرت انگیز کارہائے نمایاں تاریخ کا حصہ ہیں اور انتہائی سبق آموز مانے جاتے ہیں، یہ حقیقت سب کو تسلیم ہے کہ عظیم سے عظیم تر ذمہ داریوں کی بدولت ہی انسانوں کے مقام ومرتبے کا تعین ہوا ہے، علمائے عاملین بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں ہیں، وراثت انبیا کا تاج زریں ان کے سر سجایا گیا ہے تو انہیں عظیم ذمہ داریاں بھی دی گئی ہیں، ان فرائض دینیہ کی ادائیگی میں لا ابالی پن کا مظاہرہ کرنے والوں کو یہ تمغہ قطعی زیب نہیں دیتا یہ ایک سچی بات ہے جسے قطعی قبول کر لینا چاہیے۔

اگر عنوان تحریر میں تھوڑی تبدیلی کرتے ہوئے ہم یوں کہیں کہ ''کیا دوران حج دعوت وتبلیغ کے مواقع ہیں؟'' تو جواب نفی میں ہوگا کیوں کہ موجودہ حالات میں اس کے امکانات کم کم ہیں لیکن مواقع تلاش کر لینا جرأت مندوں کا کام ہے۔

گزشتہ سطور میں جن چار محرکات کا تذکرہ کیا گیا وہ میدان دعوت میں بے پناہ کامیابیوں کی کلید کہے جا سکتے ہیں اور اس سلسلے میں اسوۂ نبی ہماری پوری رہ نمائی کر رہا ہے اور ہماری فکر ونظر کو مہمیز دے رہا ہے۔

موسم حج میں پوری دنیا سے مسلمان حج کے لیے مکہ ومدینہ کی سرزمین پر جمع ہوتے ہیں جن میں ہر رنگ ونسل کے لوگ، مختلف انداز معاشرت رکھنے والے، مختلف بولیاں بولنے والے افراد شامل ہوتے ہیں ایسے حسین موقع پر انہیں ارکان حج کی تعلیم اور مناسک حج میں رہنمائی کے ساتھ دیگر مذہبی امور کی تلقین انتہائی موزوں ہوگی، اس کے لے دردمند اور باصلاحیت علما ومحققین اہل سنت جو ان زبانوں کے ماہر ہوں اپنی خدمات کو پیش کریں

اور ادائیگی حج کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے امور بھی انجام دیں تو یہ دین کی بہت بڑی خدمت ہوگی، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں عرب کے پسماندہ قبائل کی طرف دعوت دین کے لیے نکلتے تھے یہ کام صحابہ کرام بھی کیا کرتے تھے، اگر ہم بھی اس سلسلے میں کوشش کریں تو ضرور اس کے دوررس نتائج برآمد ہوں گے، لیکن اس کے لیے انتہائی مدبرانہ جدوجہد کی ضرورت ہوگی اور کسی طرح کا غیر دانش مندانہ اقدام معاملے کو خراب کردے گا اور نتیجہ الٹا برآمد ہوگا۔

یہ تو دنیا جانتی ہے کہ سعودی حکومت ایک نجدی وہابی حکومت ہے اور حج کا سارا کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی کے منتخب کارندے یہ سارا کام انجام دیتے ہیں، اور جس حکومت کا آثار اسلامی اور قبور صحابہ کے انہدام کا ایک ناپاک ریکارڈ بھی تاریخ میں محفوظ ہے، وہ مذہبی آثار وباقیات کے تحفظ کی کوشش کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑے گی اور ایسا کرنے والوں پر سخت نگاہ رکھتی ہے اس لیے حکمت عملی اور تدبر کی ضرورت دوچند ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ سوال بار بار ارباب دانش کی جانب سے کیا جاتا رہا ہے کہ آثار صحابہ وقبور صحابہ کو تہس نہس کرنے والی حکومت ''عظمت صحابہ'' کانفرنس میں شرکت کے لیے حرم کے امام کو ہندوستان کیوں بھیج رہی ہے؟ اگر صحابہ کرام کی عظمت ورفعت کا اتنا ہی احساس ہے تو وہی امام اپنے خطاب میں ہزاروں صحابہ کی قبروں کو مسمار کرنے والے اور ان کے آثار پر بلڈوزر چلانے والی حکومت پر تنقید کیوں نہیں کرتا؟ اور انہیں ایسا کرنے سے کیوں نہیں روکتا؟ ایک طرف عظمت صحابہ کانفرنس میں شرکت اور دوسری طرف آثار صحابہ کے انہدام اور توہین صحابہ پر مجرمانہ خاموشی، چہ معنی دارد؟

قارئین کی اطلاع کے لیے یہ جملہ معترضہ ہم نے پیش کردیا ہے ورنہ ہماری گفتگو ان دردمند علما اور حساس مبلغین اسلام سے ہے جو حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اصلاح اعمال وایضاح عقائد کا فریضہ بھی ادا کرتے ہیں، ایئرپورٹ پر، رہائش گاہ میں، مطاف میں، مسعیٰ میں، عرفات، مزدلفہ، جمرات، وغیرہا ایسے مقامات ہیں جہاں یہ خدمات پیش کی جاسکتی ہیں اور ان میں دین کی بنیادی باتوں کے ساتھ ساتھ معاملات ومعمولات اسلامی کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے، ان مقامات مقدسہ کی عظمت وتقدس پر بھی گفتگو کی جاسکتی ہے، عوام مسلمین کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اسلام چوں کہ عرب سے نکلا ہے لہٰذا وہاں جو کچھ ہو رہا ہے سب سراسر اسلامی ہوگا یہ مفروضہ قطعاً بے بنیاد ہے، حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، حرم میں نماز ادا کرنا بہت بڑا کار ثواب ہے اور جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی واجب ولازمی ہے لیکن اگر امام سنی صحیح العقیدہ نہ ہو تو کیا کوئی نماز درست ہوسکتی ہے خواہ کہیں بھی ادا کی جائے۔

مسلمان بہت ارمان لے کر حج کو جاتے ہیں اور امام حرم کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کرنے کو اپنی قسمت کی معراج سمجھتے ہیں انہیں خصوصی توجہ اور ہوش کی ضرورت ہے کہ کسی بد مذہب امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بالکل جائز نہیں، اس سے بہتر ہے کہ تنہا اپنی نماز ادا کی جائے یا جماعت ختم ہوجانے کے بعد اپنی الگ جماعت قائم کی جائے، علمائے کرام اس سلسلے میں عوام مسلمین کی ذہن سازی کرسکتے ہیں اور اپنی قیادت میں ان کی مناسب رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

ائمہ مساجد اپنے خطبات جمعہ میں اس مسئلے کو واضح کرکے بیان کریں تو بہت حد تک مسلمان اپنی سوچ بدلنے پر مجبور ہوں گے، ارباب قلم بھی اخبارات ورسائل وجرائد میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کرسکتے ہیں، کوئی عام مسلمان اگر حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے ضرور کسی عالم دین کی قیادت حاصل کرلینی چاہیے تاکہ ارکان حج کی درست ادائیگی بھی ہو اور مقامات مقدسہ کی زیارت بھی۔ اپنی اس تحریر کے ذریعہ ہم جس کام کا مشورہ دے رہے ہیں، وہ یقیناً بڑی دشوار ترین ڈگر ہے جہاں قدم قدم پر استقلال وپامردی، صبر وشکیب اور حق گوئی وبے باکی کی ضرورت پڑے گی لیکن یہ بھی سچ ہے کہ۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ابھی دوچند صدیوں بلکہ دہائیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمارے اسلاف کو ان صبر آزما لمحات سے سابقہ پڑ چکا ہے لیکن انہوں نے کبھی بھی حالات سے سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ ناموافق فضا کو خوش گوار بنانے کے لیے بے پناہ قربانیاں پیش کیں، کیا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کی قربانی فراموش کیے جانے کے لائق ہے؟ سرزمین عرب میں بھی حق بولنے کی پاداش میں ہمارے علمائے اہل سنت اور بزرگوں کو جیل کی آہنی سلاخوں میں بند کیا گیا لیکن کوئی طاقت انہیں اظہار حق سے نہ روک سکی، لیکن شرط ہے کہ ہر کوئی اپنی مقدور بھر اس ذمہ داری کی ادائیگی کا احساس رکھتا ہوا اور احسن طریق پر دعوت وتبلیغ کا فریضہ نبھانے کی مخلصانہ کوشش کرے۔ اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

قربانی کے ضروری فضائل و مسائل

از: محمد عبدالرشید قادری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ یعنی اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (الحج ۳۴/۲۲) اور ارشاد باری ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ یعنی اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ (الکوثر ۲/۱۰۸)

حضور اکرم نور مجسم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قربانی کے ایام میں ابن آدم کا کوئی عمل خدائے تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں۔ (ترمذی) اور فرماتے ہیں سرکار اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جس نے خوش دلی سے طالبِ ثواب ہوکر قربانی کی وہ آتشِ جہنم سے حجاب (روک) ہو جائے گی۔ (طبرانی)

اور فرماتے ہیں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم: جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرلے بال اور ناخن نہ ترشوائے۔ (مسلم شریف)

اور فرماتے ہیں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم: جس کا ہاتھ پہنچتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری مسجد (عیدگاہ) کے پاس نہ آئے۔ (جامع الاحادیث)

اور فرماتے ہیں آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بے شک قربانی کے جانوروں میں افضل وہ جانور ہے جو قیمتی اور تندرست ہو۔ (جامع الاحادیث)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات میں قربانی کرنے سے منع فرمایا۔ (طبرانی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور ان میں سے اجرت کے طور پر کچھ بھی قصاب کو نہ دو اور فرمایا کہ سارے اونٹوں کا گوشت، جھولیں اور کھالیں سب تقسیم کردو۔ (جامع الاحادیث)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا! تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا ہر بال کے مقابل (بدلے) نیکی ہے۔ (ابن ماجہ)

قربانی کیا ہے؟

عشر وزکوۃ وفطرے کی طرح قربانی بھی ایک مالی عبادت ہے (جو اغنیا ہی پر واجب ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت بھی ہے جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی ہے۔

قربانی کسے کہتے ہیں؟

خاص جانور کو مخصوص ایام اور وقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ثواب کی نیت سے ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

یہ مسلمان، مقیم، مالک نصاب پر واجب ہے۔ قربانی جس طرح مرد پر واجب ہے اسی طرح عورت پر بھی واجب ہے بشرطیکہ وجوبِ قربانی کے شرائط پائے جائیں۔ مالکِ نصاب سے مراد اتنا مال ہونا ہے جتنا مال ہونے سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کا مالک ہو۔ (مزید تفصیلات کے لیے بہار شریعت حصہ ۱۵/ کا مطالعہ کریں)

واضح رہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت فی الوقت ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء میں تقریباً ستائیس ہزار روپے کی ہو رہی ہے لہٰذا جو شخص اتنے روپے کا مالک ہو اور اس پر قرض بھی نہ ہو اس پر قربانی واجب ہے یا حاجتِ اصلیہ کے سوا اگر کوئی شخص کسی ایسی چیز کا مالک

ہے جیسے کاشت کی زمین یا ضرورت کے سوا مکان چاہے خالی پڑا ہو یا کرائے پر دے رکھا ہو۔ اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو وہ غنی ہے اور اس پر قربانی واجب ہے۔ قربانی واجب ہونے کے لیے مال پر سال گزرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر ایامِ قربانی ہی میں کوئی نصاب کو پہنچا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

گھر میں قربانی اس شخص پر واجب ہے جو مالِ نصاب کا مالک ہو اگر کسی شخص نے اپنے نام سے قربانی کرنے کی بجائے گھر کے ان افراد کے نام سے قربانی کی جو مال نصاب کے مالک نہیں ہیں جیسے بچے یا فوت شدہ لوگ اور اپنے نام سے نہیں کی تو گنہگار ہوگا۔ ہاں اپنے نام سے قربانی کرنے کے ساتھ بعد یا پہلے گھر کے دیگر افراد کے نام سے بھی دوسری الگ قربانی کا انتظام کرنا نہایت ہی عمدہ اور مستحسن کام ہے۔ واضح رہے کہ صاحبِ نصاب پر ہر سال قربانی واجب ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ ''اپنی طرف سے زندگی میں صرف ایک بار قربانی واجب ہے شرعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ (انوار الحدیث)

ایام قربانی

قربانی کے دن تین ہیں۔ دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک یعنی تین دن اور دو راتیں مگر شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی نہیں کر سکتے البتہ دیہات میں صبح صادق ہی سے ہو سکتی ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے۔ قربانی کے لیے سب سے افضل پہلا دن ہے پھر دوسرا پھر تیسرا۔ قربانی کے وقت میں قربانی ہی کرنی لازم ہے۔ اتنی قیمت یا اتنی قیمت کا جانور صدقہ کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا اور قربانی کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی فوت ہوگئی، اب نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر قربانی کے لیے کوئی جانور خرید رکھا ہے تو اس کو صدقہ کر دے ورنہ ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے اور قربانی کے لیے جانور خریدنے کے بعد قربانی سے پہلے جانور نے بچہ دے دیا تو ایامِ قربانی ہی میں اسے بھی ذبح کر دے اور بیچ دیا تو اس کی قیمت صدقہ کر دے اور نہ ذبح کیا نہ بیچا تو زندہ صدقہ کرے۔ (بہار شریعت)

قربانی کا جانور

اونٹ پانچ سال، بھینس دو سال، بھیڑ بکری ایک سال کی یا اس سے زیادہ کی، اس سے کم کی ناجائز ہے۔ ہاں اگر دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اتنا بڑا معلوم ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے مگر یاد رکھیے مطلقاً چھ ماہ کے دنبے کی قربانی جائز نہیں بلکہ اس کا اتنا فربہ ہونا ضروری ہے کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا لگے۔ قربانی کا جانور موٹا تازہ اور بے عیب ہونا چاہیے۔ اگر تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو قربانی ہوگی ہی نہیں۔ (تفصیلات کے لے فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۸/ دیکھیں)

شریعتِ اسلامیہ میں جانور کی عمر کا لحاظ کیا گیا ہے دانتوں کا نہیں بہت سے لوگ دانتوں پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ ان کی بھول ہے لہٰذا عمر کا خیال رکھا جائے جس جانور کی شرعاً جو عمر متعین ہے وہ ہونی چاہیے دانت اگرچہ کم و بیش ہوں۔

قربانی کا طریقہ

قربانی کے جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کی طرف اس کا منہ ہو اور ذبح کرنے والا اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دے اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھے:

''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ''۔ دعا ختم ہوتے ہی چھری چلا دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کیا ہو تو منی کی جگہ من فلاں کہے یعنی اس کا نام لے اور اگر جانور مشترک ہو جیسے اونٹ، بھینس وغیرہ تو فلاں کی جگہ سب شریکوں کے نام لے۔

قربانی کا جانور اگر خود ذبح نہ کر سکیں تو کسی سنی صحیح العقیدہ ہی سے ذبح کرائیں۔ اگر کسی بدعقیدہ اور بے دین جیسے وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، قادیانی وغیرہ سے قربانی کا جانور ذبح کرایا تو قربانی نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہرگز ہرگز کسی بدمذہب و بے دین کے ساتھ قربانی میں حصہ نہ لیں ورنہ آپ کی قربانی بھی ضائع ہو جائے گی اور گناہ کا بوجھ سر پر آئے گا وہ الگ۔ خیال رہے کہ قربانی کا گوشت وغیرہ کفار و مشرکین کو دینا

منع ہے۔(فتاویٰ رضویہ شریف وفتاویٰ فیض الرسول)

قربانی کا گوشت

جانور اگر مشترک ہو جیسے اونٹ، بھینس وغیرہ تو گوشت تول کر تقسیم کیا جائے انداز سے نہ بانٹیں کہ اگر کسی کو زیادہ پہنچ گیا تو دوسرے کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا کہ حق شرع ہے۔ ہاں اگر سب ایک ہی گھر کے لوگ ہوں کہ مل کر ہی کھائیں گے یا شرکا اپنا حصہ لینا ہی نہیں چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں وزن کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر اپنے حصے کے گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقیروں کو دے، دوسرا دوست احباب کو اور تیسرا حصہ اپنے اہلِ خانہ کے لیے رکھے۔ اگر گھر میں لوگ زیادہ ہوں تو کل گھر کے استعمال میں لاسکتا ہے اور سب صدقہ بھی کرسکتا ہے۔(تفصیلات کے لیے بہار شریعت دیکھیں)

قربانی کی جھول اور کھال

کھال، جھول، رسی، ہار سب صدقہ کردے۔ یہ چیزیں قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت ومزدوری میں نہیں دے سکتے ہاں دوستوں کو ہدیۃً دے سکتے ہیں اور چمڑا اپنے کام میں بھی لایا جاسکتا ہے مثلاً جانماز وغیرہ بنا سکتے ہیں مگر چمڑا بیچ کر قیمت اپنے کام میں لانا جائز نہیں بلکہ صدقہ کردینا واجب ہے۔ آج کل اکثر لوگ کھال مدارس اسلامیہ میں دیا کرتے ہیں یہ بھی درست ہے اور کسی دینی تحریک جو اسلام وسنیت کی ترویج واشاعت اور دعوت وتبلیغ میں مصروف ہو تو اس کو بھی دے سکتے ہیں۔ بعض جگہ قربانی کا چمڑا مسجد کے امام کو دے دیتے ہیں یہ بھی درست ہے جب کہ تنخواہ میں نہ دیا جائے بلکہ صرف تحفۃً ہو اور روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی اور مدرسین نیز ائمۂ مساجد کی مختصر تنخواہوں کے پیش نظر فقیر کی ناقص رائے میں قربانی کی کھال ائمۂ مساجد کو دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ جیسا کہ مصلح ملت مولانا تطہیر احمد بریلوی کا خیال ہے ''اگر اماموں اور مدرسین کو پریشان کیا گیا تو وہ دن دور نہیں کہ مسجدوں اور مدرسوں میں کوئی رہنے کو تیار نہ ہوگا یا پھر نہایت گھٹیا قسم کے لوگ امامت کریں گے اور بچوں کو پڑھائیں گے اور اچھے گھرانوں نیز اچھے ذہن وفکر رکھنے والے لوگ اس لائن سے دور ہوجائیں گے''۔(غلط فہمیاں)

بلکہ راقم کی نظر میں اس چیز کا آغاز ہوچکا ہے۔ آج آپ حالات پر نظر ڈالیں تو کثیر تعداد میں لوگ امامت اور تدریس کا کام چھوڑ کر کاروبار میں مشغول ہوچکے ہیں اور کتنے صحیح کاروبار اور اچھے روزگار کے متلاشی ومنتظر ہیں۔ اگر ماحول میں سدھار نہیں آیا تو آنے والے وقت میں کیا ہوگا کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ مفسدین ونفس پرست اور نالائق وکمین قسم کے لوگ مسلسل اپنے محبوب کام میں مصروف اور ائمہ وعلما کے درپے آزار بنے ہوئے ہیں۔ اللہ توفیق خیر دے، آمین۔

فائدہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو فربہ سیاہ اور سفید مینڈھوں کی قربانی فرمائی ایک اپنی جانب سے اور دوسری اپنی امت کی طرف سے۔(جامع الاحادیث) **سبحان اللہ** پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم تو دیکھو کہ خود اس امتِ مرحومہ کی طرف سے قربانی کی اور اس موقع پر بھی امت کا خیال فرمایا لہٰذا جس مسلمان سے ہوسکے وہ امت کے مونس وغم خوار سید ابرار واخیار آقائے کائنات حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے قربانی کرے تو بڑی خوش نصیبی اور سعادت مندی کی بات ہے۔

ذبح کرنا خود سیکھیں

بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے مگر افسوس کہ آج کے مسلمان نے ذبح وفاتحہ جیسے بے شمار کام ائمہ مساجد ہی پر ڈال رکھے ہیں اور اتنے پر بھی بس نہیں بلکہ امام سے اپنی مصروفیات و ضروریات یا کسی بیماری وتکلیف وغیرہ کے سبب اگر ان کاموں کی انجام دہی وتکمیل میں کوئی کوتاہی وکمی ہوجائے تو نہ صرف ناراض وخفا ہوتے ہیں بلکہ اس بیچارے کے پیچھے نماز پڑھنا تک چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے یہاں فاتحہ میں نہیں آئے، قربانی کا جانور ذبح کرنے نہیں آئے، عقیقہ میں ہاتھ چھوڑنے نہیں آئے۔ کوئی کہتا ہے میں بیمار تھا تو عیادت کو نہیں آئے، میرے گھر جھگڑا ہوا مصالحت کو نہیں آئے، میں الیکشن میں کھڑا ہوا تو ووٹ نہیں دیا، میرے گھر بچہ پیدا ہوا تو اذان نہیں پڑھی وغیرہ وغیرہ اور کتنے تو اسے امامت سے ہٹانے ہی کے درپے ہوجاتے ہیں اور کتنے ہی توہین پر اتر آتے ہیں مگر ان نادانوں کو یہ توفیق کبھی نہیں ہوتی کہ ہم قربانی وعقیقہ کی دعائیں یا فاتحہ وغیرہ پڑھنا خود سیکھیں اور اپنے بچوں کو بھی سکھائیں۔ یاد رکھیں! دنیا میں زور زبردستی

سے ایک امام سے کتنی ہی فاتحہ پڑھوالیں، کتنی ہی تیمارداری کرالیں، کتنی ہی من مانی کرلیں، مدرسے کو چندہ دینے اور کبھی نہ دینے کی دھمکی ودھونس میں طلبہ سے قرآن خوانی کراکے ان کی تعلیم کو جتنا چاہے حلال کرلیں اور ان کے حال و مستقبل کو کتنا ہی برباد کرلیں مگر

یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے
مت بن تو انجان آخر موت ہے
ملک فانی میں فنا ہر شے کو ہے
سن لگا کر کان آخر موت ہے
ہوگیا جو تو سکندر وقت کا
تو بھی اے نادان آخر موت ہے
حق کسی کا مت تلف کر، ہے ستم
حق کوتو پہچان آخر موت ہے

ذبح کے وقت تماشہ دیکھنا

اپنی قربانی کا جانور اگر خود ذبح نہ کرسکے تو کم از کم ذبح کے وقت بہ نیت ثواب حاضر رہے کہ مستحب ہے لیکن محض حظ نفس کی خاطر بطور تفریح ذبح ہونے والے جانور کے گرد گھیرا ڈالنا، اس کے چلانے تڑپنے اور پھڑ کنے سے لطف اندوز ہونا، ہنسنا اور اس کا تماشہ بنانا سخت مذموم اور غفلت کی علامت ہے اس لیے ذبح کرتے وقت یا جب اپنے نام کی قربانی ہورہی ہو ادائے واجب کی نیت ہونی چاہیے اور دل میں صدق واخلاص کے ساتھ یہ خیال ہونا چاہیے کہ میں راہِ خدا میں جس طرح آج جانور قربان کررہا ہوں کل بوقت ضرورت اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کردوں گا۔ نیز یہ ارادہ ہونا چاہیے کہ جانور کو ذبح کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اپنے نفسِ امارہ کو بھی ذبح کررہا ہوں اور آئندہ تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔

مشترک طور پر قربانی کرنا

قربانی کو محض ایک رسم یا حصولِ گوشت کا ذریعہ مت سمجھیں بلکہ اس میں جو عبرتیں اور نصیحتیں پوشیدہ ہیں ان میں غور کریں اور اس سے آخرت کی سرخروئی نیز اللہ کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کریں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی صرف اللہ کے لیے اور ثواب کی نیت سے ہو۔ ریا وتفاخر کو یہاں بھی پاس نہ آنے دیں کیوں کہ ریا ایک ایسی لعنت ہے کہ نیکی کو ضائع کردیتا ہے اور عابد کو بجائے ثواب کے گناہ کا مستحق بنادیتا ہے۔

ادارے (سنی مدرسہ یا سنی تنظیم وغیرہ) میں حصہ لینے والے حضرات صرف اور صرف صحیح العقیدہ سنی ادارے ہی سے رابطہ کریں جو مسائلِ شرع کا خوب لحاظ رکھتا ہو اور پہلے ہی اس سے اپنے حصے کے گوشت کا مطالبہ کرنے کی بجائے ان الفاظ کے ساتھ اجازت دیں ''میں نے اپنے قربانی کے جانور کی خریداری سے لے کر بعد ذبح تک کے تمام اخرجات جیسے کرایہ، چارہ، قصاب کی اجرت وغیرہ اور اس کا گوشت کھال وغیرہ جس کو چاہیں دینے اور رقم بچ جائے اسے کسی بھی جائز کام میں خرچ کرنے کا ہر طرح سے اختیار دیا''۔ انشاء اللہ تعالیٰ دونوں لوگ گناہ سے بچ جائیں گے ورنہ ذرا سی بے احتیاطی گناہ میں مبتلا کرسکتی ہے۔ اس طرح طرفین کے سر سے گناہوں کا اندیشہ ٹل جائے گا۔ اب جب کہ قربانی ہوجائے تو ذمے دارانِ ادارہ اپنی مرضی سے آپ کو جتنا گوشت چاہیں دے سکتے ہیں اور اکثر ادارے والے گوشت دے ہی دیتے ہیں۔

﴿.....﴾

(صفحہ۔۔۴۵۔۔کا بقیہ)

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے وقت آپ کی اولاد بیٹے پوتے وغیرہ کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج/۴، ص/۴۱۶)
☆ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا گارا اس جگہ بنایا تھا جہاں آج خانۂ کعبہ ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج/۱، ص/۲۸۵)
☆ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن جو کہ دنیا کے چالیس سال کے برابر ہے اس خمیر میں دست قدرت سے کاریگری فرمائی۔ (تفسیر الم نشرح: ص/۱۹۶)
☆ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہونے کے چالیس سال بعد اس میں روح پھونکی گئی۔ (البدایہ والنہایہ: ص/۸۶)
☆ حضرت حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ایک ہفتے بعد دوسرے جمعہ کو ہوئی۔ (تفسیر نعیمی: ج/۱، ص/۳۱۳)
☆ سب سے پہلے دنیا میں مرغ پالنے والے حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ (سنی کوئز: ص/۲۱) ☆ پہلی مرتبہ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے ڈالی۔ (سنی کوئز: ص/۲۲)

پیش کش: محمد تنویر رضا برکاتی برہانپور شریف (ایم پی)

﴿.....﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

حج کا آنکھوں دیکھا حال

پیش کش: نجیب اللہ نوری

دین وشریعت میں ہر عمل کی قبولیت کا دارومدار سنت نبوی پر ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کا پہلا اور آخری حج ادا فرمایا اس کا آنکھوں دیکھا حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کمال ضبط اور احتیاط سے محفوظ کیا ہے جس کا مستند نقشہ پیش خدمت ہے۔ حج نبوی کے اس آئینے میں اپنے حج وعمرہ کو سنواریے اور مناسک کو درست کیجیے۔

اعلان حج: یہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دسواں برس تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام فرمایا "میں اس سال حج بیت اللہ کے لیے جانے والا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ آپ کا اعلان سن کر مختلف مقامات سے صاحب استطاعت لوگ پیدل اور سوار جوق در جوق مدینہ طیبہ پہنچے تاکہ آپ کی اقتدا میں حج کی سعادت سے ہمکنار ہو سکیں۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ اس سال مدینۂ منورہ میں چیچک یا خسرہ کی وبا پھوٹ پڑی تھی اس وجہ سے لوگوں کی ایک معقول تعداد حج سے محروم ہوگئی۔ جن لوگوں کے لیے یہ بیماری حج سے مانع رہی تو ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اب جو شخص حج پر جانا چاہتا ہے بہتر ہے اور جو رمضان میں عمرے پر اکتفا کرے وہ بھی بجا ہے"۔

آغاز سفر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ منورہ سے مکۂ مکرمہ کی طرف حج کا عزم لے کر نکلے تھے۔ مدینۂ منورہ آنے کے بعد آپ نے اس کے علاوہ اور کوئی حج نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر حج کے لیے شجرہ والی راہ اختیار فرمائی اس روز جمعرات تھی ماہ ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے جب کہ ہجرت کا دسواں سال تھا۔ دن کے اجالے میں سفر شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیل لگایا، کنگھی کی، نماز ظہر مدینے میں ادا کی اور روانہ ہوگئے۔

میقات پر آمد: نماز عصر اپنے پہلے پڑاؤ "ذوالحلیفہ" میں پہنچ کر ادا کی اس مقام کا دوسرا نام "ابیار علی" ہے جمعے کی رات آپ نے وادی عقیق ہی میں گزاری اس رات آپ اپنی ازواج کے پاس بھی گئے صبح غسل کیا اور نماز فجر ادا فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو "زریرہ" (یہ زرد رنگ کی ایک بوٹی کا نام ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے) خوشبو لگائی اس کے علاوہ ایک اور خوشبو بھی لگائی جس میں کستوری شامل تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر "لبیدہ" (وہ حاجی جس کے بال لمبے ہوں اس کے لیے مسنون ہے کہ وہ اپنے سر پر چپکنے والی چیز لگالے تاکہ بال جمے رہیں اور گرد وغبار سے خراب نہ ہو جائیں اس عمل کو "تلبید" کہتے ہیں) لگایا۔ اپنی قربانی کے جانوروں کو جوتوں کا ہار یعنی "قلادہ" پہنایا اور ان کی کوہان کو داہنی جانب سے تھوڑا سا چیرہ لگا دیا جس سے تھوڑا سا خون نکل آیا (قربانی کا جانور جو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈالنا قدیم زمانے سے چلا آ رہا تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو قائم رکھا اور یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ جانور حرم کے لیے وقف ہے اس طرح لوگ ایسے جانوروں کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے اور اگر گم بھی ہو جاتا تو اسے حرم کی طرف روانہ کر دیتے تھے اس عمل کو اصطلاحاً "تقلید الہدی" کہا جاتا ہے اور یہ عمل سنت ہے قربانی کے جانوروں میں سے صرف اونٹوں کی یہ خصوصیت ہے کہ جوتوں کے ہار کے ساتھ ساتھ ان کی کوہان کے دائیں جانب معمولی سا چیرہ بھی لگاتے ہیں جس سے تھوڑا سا خون رس آتا ہے جسے کوہان اور بالوں پر مل دیا جاتا ہے اس عمل کو "اشعار" کہا جاتا ہے یہ بھی مسنون عمل ہے) اس سفر میں آپ قربانی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

احرام: پھر آپ اونٹنی قصوی پر سوار ہوئے اور جب وہ "مسجد ذی الحلیفہ" کے قریب پہنچی تو آپ نے تلبیہ پکارنا شروع کر دیا۔ آپ نے حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پکارا جو کہ "حج قران" کا تلبیہ تھا اور لوگوں کو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ کہنا چاہتا ہے، کہے اور جو صرف حج یا عمرہ کی نیت رکھتا ہے وہ بھی صحیح ہے، وہ اسی کا تلبیہ پکارے۔ آپ کے ساتھ اس قدر کثیر لوگ تھے کہ ان کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر آپ نے تلبیہ توحید پکارنا شروع کیا: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیکَ لَکَ

(ترجمہ) میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں تیری ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہے، تیرا کوئی شریک اور ساجھی نہیں"

جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیں کہ وہ تلبیہ بلند آواز سے کہیں'۔ ابھی ذی الحلیفہ میں ہی تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اسما بنت عمیس کے یہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اس خاتون کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "غسل کر کے لنگوٹ کس لے اور احرام باندھ لے اور تلبیہ پکارے"۔ پھر آپ نے مقام "بیداء" میں نماز ظہر ادا کی اور اس کے بعد اونٹنی پر سوار ہوئے جب وہ کھڑی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پکارا اور روانہ ہوئے دورانِ سفر بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تلبیہ پکارتے رہے۔

مقام "سرف" پہنچے تھے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایام حیض شروع ہو گئے جب کہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انھیں حکم فرمایا" غسل کریں، اپنے بال کھولیں اور کنگھی کریں "نیز فرمایا": عمرہ چھوڑ دیں اور حج کی نیت کریں حج کے تمام اعمال سرانجام دیں مگر پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف (یعنی عمرہ) نہ کریں"

آپ ابھی "وادی سرف" میں تھے کہ لوگوں سے ارشاد فرمایا: جس کے پاس قربانی نہیں ہے وہ اپنے اس حج کو عمرے میں تبدیل کرنا چاہے تو کرلے (یعنی احرام تو اس نے حج کا باندھا تھا مگر وہ عمرہ کر کے احرام کھول دے پھر ۸؍ذوالحجہ کو حج کے لیے نیا احرام باندھے) البتہ جس نے عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا اور اس کے پاس قربانی ہے وہ اپنی نیت تبدیل نہیں کرسکتا (کیوں کہ جب تک اس کی قربانی ۱۰؍ذوالحجہ کو منیٰ میں ذبح نہ ہو جائے وہ احرام نہیں کھول سکتا) چنانچہ بعض نے اپنے حج کی نیت کو عمرے میں بدل لیا اور کچھ حج ہی کی نیت پر ہی قائم رہے (اسے عمرے میں نہ بدلا) البتہ جن کے پاس قربانیاں تھیں وہ عمرہ اور حج کی نیت پر قائم رہے۔ اسی طرح ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی حکم دیا ": ہر وہ شخص جس کے پاس قربانی ہے وہ حج اور عمرے (حج قران) کا تلبیہ پکارے۔ تب آپ وہاں سے چل کر "وادی طوی "میں جا اترے اور اتوار کی رات وہاں گزاری۔ یہ ذوالحجہ کی چار تاریخ تھی صبح کی نماز بھی آپ نے یہیں ادا فرمائی۔ آپ نے مکہ شہر میں داخلے کے لیے اس کی بالائی جانب" کداء" کی طرف سے الثَّنِیَّۃِ الْعُلْیَا والی راہ اختیار فرمائی۔

مکہ میں تشریف آوری: اتوار کی صبح دن چڑھے آپ مکہ شہر میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ بہت زیادہ لوگ تھے راستے میں بھی مختلف اطراف سے لوگ بڑی تعداد میں آپ کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔

طواف قدوم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے قریب اپنی سواری بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوئے بیت اللہ میں آتے ہی حجر اسود کو بوسہ دیا اور دائیں طرف چلتے ہوئے کعبے کے گرد سات ۷؍چکر لگائے اور طواف مکمل فرمایا۔ پہلے تین چکر میں رمل کیا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔ ہر چکر میں رکنِ یمانی کو ہاتھ سے چھوتے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے لیکن شمال کی طرف دو ارکان (بیت اللہ کے دونوں کونوں) کو ہاتھ نہ لگایا۔ ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے دوران یہ دعا پڑھتے تھے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۃ البقرۃ 201)

(ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں ہر طرح کی بھلائیاں عنایت فرما اور آخرت میں بھی تمام تر خیرات وحسنات سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ) پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی ان میں ایک فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُونَ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تلاوت فرمائی۔ مقام ابراہیم کی طرف آتے ہوئے آپ بلند آواز سے یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے :وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی (سورۃ البقرۃ 125) (ترجمہ: اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ)۔

آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبے کے درمیان کر کے طواف کی دو رکعت ادا کیں پھر آپ نے زمزم نوش فرمایا اور اپنے سر مبارک پر بھی ڈالا اور دوبارہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ سعی (صفا و مروہ) اس کے بعد آپ صفا پہاڑی پر کی طرف روانہ ہوئے صفا کے قریب پہنچے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (سورۃ البقرہ 158) (ترجمہ: صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ میں اسی سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا فرمائی)۔

آپ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ کو دیکھ لیا۔ جب صفا پر چڑھتے تو قبلے کی طرف منہ کر کے بیت اللہ کو دیکھتے اور تین بار اللہ کی توحید و تکبیر پکارتے ہوئے یوں کہتے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ انجزہ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔

اس کے بعد مزید دعائیں فرماتے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ آپ نے صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے جبکہ آپ اپنے

اونٹ پر سوار تھے ہر چکر میں جب آپ نشیب میں جاتے تو اس جگہ کو تیزی سے طے کرتے۔

حجامت : جب صفا و مروہ کی سعی مکمل ہوگئی تو آپ نے ان تمام لوگوں کو جو اپنے ساتھ قربانیاں نہیں لائے تھے حجامت کے بعد احرام کھولنے کا حکم دیا۔ ابتدا میں ان کی نیت خواہ حج قران کی تھی یا حج افراد کی احرام کھول دینے کے بعد ان کو رخصت ہوگئی کہ خوشبو استعمال کریں سلا ہوا کپڑا پہنیں یا بیویوں سے اختلاط کریں اور یہ رخصت ۸/ذوالحجہ یوم "یوم الترویہ " تک ہوئی اور انھیں ۸/تاریخ کو حج کے لیے دوبارہ احرام باندھنا تھا اور جن کے پاس قربانیاں تھیں ان کو فرمایا کہ وہ اپنے اسی احرام کی حالت میں رہیں۔

نوعیت حج: آپ نے اپنے حج کے متعلق وضاحت فرمائی کہ: میں قربانی ساتھ لایا ہوں حلال نہیں ہوسکتا جب تک قربانی نہ کر لوں''۔ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جو قربانیاں ساتھ لائے تھے وہ بھی حالت احرام میں رہے اور حلال نہیں ہوئے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے ساتھ قربانیاں نہیں تھیں چنانچہ انھوں نے احرام کھول دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح کیا سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس لیے کہ انھیں ایام حیض شروع ہو گئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کر دی کہ انھوں نے احرام کھول دیا ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ میں نے ہی اسے یہ ہدایت کی ہے۔ اس کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے جاہلیت کا یہ دستور ٹوٹ گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ ! ہمارا یہ عمل صرف اسی سال کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے اس کی رخصت ہے؟ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالتے ہوئے فرمایا ": نہیں، بلکہ (تمتع اور قران کی صورت میں) میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عمرہ داخل ہو گیا ہے "۔ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ دوسرے علاقوں سے حج کے لیے آئے تھے اور انھوں نے غائبانہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مطابق اپنا احرام باندھا تھا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احوال پر قائم رہیں چنانچہ جو لوگ قربانی ساتھ لائے تھے وہ حلال نہیں ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی یمن سے قربانی ساتھ لائے تھے اس لیے وہ حلال نہ ہوئے مگر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی نہیں تھے اس لیے وہ حلال ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال حج شروع ہونے سے پہلے کے ایام اتوار، پیر، منگل، بدھ اور اگلی رات تک مکہ میں قیام فرمایا اور قربانی ساتھ ہونے کی وجہ سے حالت احرام میں رہے۔

منیٰ کو روانگی: ذوالحجہ (جو کہ ''یوم الترویہ'' کہلاتا ہے) جمعرات کی صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم منٰی کی طرف روانہ ہوئے اور وہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جو عمرہ کے بعد حلال ہو گئے تھے انہوں نے منٰی کے قریب "وادی ابطح " سے حج کے لیے نیا احرام باندھا اور منٰی پہنچے۔ منٰی پہنچ کر آپ نے جمعرات کے دن کی بقیہ نمازیں (ظہر، عصر، مغرب، عشا) قصر کے ساتھ اپنے وقت پر ادا فرمائیں، رات وہیں گزاری اور جمعے کے روز ۹/ذوالحجہ کو فجر کی نماز بھی یہیں ادا کی۔

جمعے کے روز سورج طلوع ہونے کے بعد منٰی سے عرفات کے لیے روانہ ہوئے اور حکم فرمایا '' : میرے لیے وادیِ نمرہ میں خیمہ لگایا جائے''۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں تشریف لے آئے جب سورج ڈھل گیا تو فرمایا: میرے لیے میری (قصوا) اونٹی تیار کی جائے''۔ چنانچہ اس پر پالان کس دیا گیا اور آپ وادیِ عرنہ میں تشریف لے آئے۔ نمرہ اور عرنہ کی مختصر وادیاں میدان عرفات سے متصل ہونے کی وجہ سے عرف عام میں عرفات کا حصہ سمجھی جاتی ہے جب کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔

خطبۂ حج : آپ نے اپنی اونٹنی پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، شہادت کے کلمے کہے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی پھر جو باتیں کہیں ان میں آپ نے فرمایا:

لوگو! میری بات غور سے سنو مجھے نہیں معلوم غالباً میں اس سال کے بعد اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا"

''تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے اس شہر اور مہینے میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے''۔

''سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خونوں میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنوسعد میں دودھ پی رہا تھا کہ بنوہذیل نے اسے قتل کر دیا اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے''۔

’’ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے ان کی شرمگاہیں حلال کی ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف طریقے سے کھلاؤ اور پہناؤ‘‘۔

’’اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب‘‘۔

’’اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا کہوگے؟ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے تبلیغ کردی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔ یہ سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ‘‘۔

اس خطبے میں آپ نے مزید کئی امور بیان فرمائے اور جب فارغ ہوئے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ: ۳) (ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کرلیا)۔

چنانچہ یہ نعمت اور سعادت کا دین تھا۔ ام الفضل ہلالیہ رضی اللہ عنہا نے اسی کیفیت میں آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجوایا تو آپ نے اس کو برسرعام اونٹنی پر بیٹھے ہوئے نوش فرمایا (اس طرح معلوم ہوگیا کہ آپ روزے سے نہیں تھے لہٰذا یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت کا تعلق غیر حاجیوں کے ساتھ ہے)۔ اس کے بعد آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع اور قصر کرکے ادا فرمائیں اور ان کے درمیان کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھے ایک اذان اور دو اقامتیں کہی گئیں۔

وقوف عرفات: نماز کے بعد آپ سوار ہو کر میدان عرفات تشریف لے گئے اور اپنا رخ قبلے کی طرف فرمالیا۔ اسی دور کا ایک شخص حالتِ احرام میں اپنی سواری سے گر کر فوت ہوگیا آپ نے اس کے متعلق فرمایا": اسے انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے، خوشبو نہ لگائی جائے اور اس کا سر بھی نہ ڈھانپا جائے " آپ نے مزید فرمایا: ’’قیامت کے دن یہ شخص لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا‘‘۔

نجد کے لوگوں نے آپ سے حج کے مسائل دریافت کیے تو آپ نے وقوف عرفہ کے متعلق فرمایا کہ وقوف عرفات ہی حج ہے نیز آپ نے اس کا وقت بھی متعین فرمایا یعنی دن یا رات کا کچھ حصہ وہاں گزارے دوسرے لوگوں کو یہ پیغام بھی بھجوایا کہ میدان عرفات میں اپنے اپنے پڑاؤ ہی پر وقوف کریں (جبل رحمت پر چڑھنا ضروری نہیں)۔

مزدلفہ کی رات: یہ جمعے کا دن تھا آپ اس روز ظہر کے وقت سے لے کر شام تک تلبیہ اور دعا و مناجات میں مشغول رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا جب شفق کی زردی ختم ہوگئی تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور عرفات سے روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنی سواری کی باگ بڑی سختی سے کھینچ رکھی تھی اور اسی کیفیت میں سفر جاری رہا راستے میں آپ لوگوں کو پرسکون رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ ایک گھاٹی کے پاس آپ سواری سے اترے، پیشاب کی اور وضو بھی کیا اور اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: نماز کا وقت اور آگے ہے " پھر سوار ہوئے اور مزدلفہ پہنچ گئے یہ جمعے اور ہفتے کی درمیانی رات تھی۔ مزدلفہ پہنچ کر آپ نے وضو کیا، مغرب اور عشا کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع اور قصر کرکے پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی سنتیں یا نفل نہیں پڑھی اور نہ ہی کوئی خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر ہوگئی تب آپ نے لوگوں کے ساتھ مل کر نماز فجر ادا فرمائی۔ یہ ہفتے کا دن اور ذوالحجہ کی دس تاریخ تھی۔ یہی یوم النحر اور عیدالاضحیٰ کا دن ہے۔ سیدنا عروہ الطائی رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": جس نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پالی اس نے حج پالیا‘‘۔

اُمہات المؤمنین سیدہ سودہ، ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت چاہی کہ رات مزدلفہ سے روانہ ہوجائیں تو آپ نے انہیں اور دیگر کمزور لوگوں کو رخصت مرحمت فرمائی کہ وہ چاند غروب ہونے تک مزدلفہ میں وقوف کریں پھر رات ہی کو منیٰ جا سکتے ہیں البتہ جمرۂ عقبہ کی رمی کی بابت انہیں حکم دیا کہ وہ طلوع آفتاب کے بعد رمی کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا کرلینے کے بعد " مشعر الحرام " کے پاس تشریف لے گئے اور قبلہ رخ ہوکر دعا و مناجات اور تکبیر و تہلیل میں مشغول ہوگئے حتیٰ کہ صبح خوب سفید اور روشن ہوگئی۔

﴾......﴿

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) بہت سے حجاج اپنے احرام کے کپڑے لانڈری میں دھلاتے ہیں جہاں ان کپڑوں کے ساتھ کچھ زیادہ اہتمام ہوتا ہے، کیوں کہ یہ کپڑے جب دھل کر واپس آتے ہیں تو خوشبودار ہوتے ہیں ایسے احرام کے کپڑے استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) آج کل حجاج کی رہائش کا مکمل انتظام حکومت کرتی ہے یا ٹور کے مالکان کرتے ہیں اعلیٰ درجہ کی قیام گاہوں میں کہیں کہیں ایسے فرش، گدّے، چادریں اور تکیے ملتے ہیں جن میں پہلے سے خوشبو لگی ہوتی ہے انہیں استعمال کرنا کیسا ہے، اگر ممنوع ہے تو حجاج کیا کریں؟

(۳) اس ترقی یافتہ دور میں طرح طرح کے خوشبودار صابن اور شیمپو رائج ہیں تو کیا محرم ایسے صابن اور شیمپو استعمال کر سکتا ہے جب کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔

(۴) اگر حالت حرام میں زخم سے خون بہے تو کیا احرام ٹوٹ جائے گا؟

(۵) حالت احرام میں پیٹ، ہیڈروسیل، بواسیر وغیرہ کا آپریشن کرایا تو کیا حکم ہے؟

(۶) حالت احرام میں ٹشو پیپر Tissu Peper کا استعمال کیسا ہے؟

(۷) احرام کی حالت میں کپڑے سے منہ پونچھنا کیسا ہے؟

(۸) دو پٹوں والی سلیپر نہیں پہنی تو کیا جرم ہے (جب کہ ابھری ہڈی کھلی ہو۔ یا بند ہو)

(۹) حالت احرام میں انگوٹھی، گھڑی اور چشمہ پہن سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۰) حالت احرام میں پیاز کھانا کیسا ہے؟

(۱۱) اگر عمرہ کے احرام کی نیت کرنے کے بعد عورت کو حیض آجائے اور اسی حالت میں وہ طواف بھی کرلے تو کیا حکم ہے؟

(۱۲) اگر دوران طواف حیض آجائے تو کیا کرے؟

(۱۳) احرام کی حالت میں مشت زنی کی تو کیا حکم ہے؟

(۱۴) حالت احرام میں تعویذ پہننا کیسا ہے؟

(۱۵) اگر حج کے احرام کے بعد عورت کو حیض آجائے اور اسی حالت میں وہ طواف زیارت کرلے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر دوران طواف حیض آجائے تو کیا کرے؟

(۱۶) شربت روح افزا یا اس قسم کے اور شربت احرام میں پی سکتے ہیں؟

(۱۷) عورت نے طواف کیا، پھر حیض آگیا وہ احرام کھولے بغیر مدینہ منورہ چلی گئی (نماز طواف نہیں پڑھی تھی) پھر پاک ہونے کے بعد مدینہ منورہ سے دوبارہ احرام باندھا اور آکر عمرہ کیا، اب کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد رضوان خان (شاعر نعت) پرنسپل ہاشمیہ اسکول، متصل زکریا مسجد ممبئی، مہاراشٹر۔

الجواب: (۱) احرام کی حالت میں ایسے خوشبودار کپڑے استعمال کرنا جائز نہیں کیوں کہ ان کپڑوں سے خوشبو پھوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر خوشبو کا چھڑکاؤ ہوتا ہے، یا خوشبو لگائی جاتی ہے یا انہیں کسی ذریعہ سے خوشبو میں بسا دیا جاتا ہے اور بہر حال یہ خوشبو کثیر ہو تو دم واجب ہے اور قلیل ہو تو صدقہ۔ ایسا ہی فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

(۲) حالت احرام میں ایسے تکیے، گدے، چادریں اور فرش وغیرہ استعمال کرنا ممنوع ہیں جب کہ ان سے خوشبو چھوٹ کر بدن یا احرام کے کپڑے میں لگے یا وہ خوشبو اس میں بھی بس جائے کہ یہ جرم ہے اب اگر خوشبو زیادہ لگے تو دم ہے اور کم لگے تو صدقہ ہے، اور اگر کچھ نہ لگے تو کچھ نہیں اور خاص یہ صورت ممنوع بھی نہیں پھر بھی بچے تو بہتر ہے۔

محرم کو چاہیے کہ گدے پر اپنی چادر بچھائے اور تکیہ سے غلاف نکال کر اس پر اپنا کوئی کپڑا رکھ لے یا صاحب خانہ سے مناسب انتظام کے لیے کہے اس کی نظیر بدن میں خوشبو لگانے کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) محرم کو خوشبودار صابن اور شیمپو ہاتھ بدن یا سر میں نہ لگانا چاہیے یہ شرعاً مکروہ وناپسندیدہ ہے اور اس کی وجہ سے مرتکب کے ذمہ صدقہ

لازم آئے گا۔ وجہ یہ ہے کہ صابن اور شیمپو میں ہلکی خوشبو ملائی جاتی ہے اور صابن یا شیمپو کے استعمال کرنے والے کو دیکھ کر لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس نے خوشبو لگائی ہے بلکہ یہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صابن لگایا ہے، شیمپو استعمال کیا ہے۔ ہاں اگر کسی صابن یا شیمپو میں وافر مقدار میں تیز خوشبو شامل ہو اور اسے بدن پر لگا دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں یا کہیں کہ خوشبو لگی ہے تو دم واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) زخم سے خون بہنے سے احرام کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ حالت احرام میں رگ سے فاسد خون بہانا، پچھنا لگانا اور ختنہ کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) حالت احرام میں پیٹ، ہیڈروسیل، بواسیر، گردہ، دل، دماغ وغیرہ کا آپریشن ناگریز نہ ہو تو اس سے بچے ورنہ بوجہ مجبوری، اجازت ہے اور دم لازم آئے گا۔

وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے آپریشن میں ڈاکٹر آپریشن کی جگہ اور شرمگاہ کے بال ناف سے نیچے تک صاف کرا دیتے ہیں پھر ضروری کاروائی کے بعد آپریشن کرتے ہیں اور احرام میں ناف کے نیچے کے بال صاف کرنے سے دم واجب ہوتا ہے جب کہ آپریشن کی جگہ کے بال صاف کرنے سے صرف صدقہ واجب ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) حالت احرام میں ٹیشو پیپر کا استعمال جائز ہے کیوں کہ عادتاً اس سے چہرہ یا منہ نہیں چھپایا جاتا، فقہائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تصریحات سے عیاں ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے عادۃً چہرہ یا منہ چھپایا جاتا ہے انہیں چیزوں سے چہرے یا منہ کو چھپانا ناجائز ہے جیسے کپڑا اور پنکھا وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حالت احرام میں کپڑے سے منہ پوچھنا ناجائز و گناہ ہے اور پوچھنے والے پر صدقہ واجب ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

احرام باندھ لیا تو اب پورے چہرے کو نہ چھپائے، نہ کچھ چہرے جیسے منہ اور تھوڑی کو۔ ہاں خانیہ میں ہے کہ اپنی ناک پر اپنا ہاتھ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (علی ھامش رد المحتار، ص: ۵۷۶، ج ۲ فصل فی الاحرام) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) قدم کے پشت پر جو ابھری ہوئی ہڈی ہے جہاں جوتے کا تسمہ باندھتے ہیں اسے احرام کی حالت میں کھلی رکھنا واجب ہے اور چھپانا حرام۔ اس لیے حالت احرام میں دو پٹے والی سلیپر اور ہوائی چپل کا ہی استعمال ہونا چاہے اور اگر کسی وجہ سے وہ دستیاب نہ ہو یا کچھ تکلیف کی وجہ سے ایڑی انگلی کو چھپانا ضروری ہو تو جوتے کو اوپر سے اتنا کاٹ دے کہ وہ ابھری ہوئی ہڈی کو نہ چھپائے اور اگر کوئی کاٹے بغیر بارہ گھنٹے یا اس سے زیادہ جوتے یا چمڑے کے موزے پہن لے تو اس پر دم واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) حالت احرام میں انگوٹھی پہننا جائز ہے، کلائی پر گھڑی باندھ سکتے ہیں جیسے کمر میں ضروری کاغذات وغیرہ رکھنے کے لیے پٹی باندھ سکتے ہیں، نظر کا چشمہ بھی استعمال کرنا جائز ہے کہ یہ چہرے کو نہیں چھپاتا، نہ اس کے لیے اس کی وضع ہوئی ہے اس کا کام نزدیک و دور کی چیزوں کو صاف صاف دکھانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) احرام کی حالت میں پیاز کھانا جائز ہے، اور بچے تو بہتر تاکہ اس کی بو سے کسی کو ایذا نہ ہو ہاں اگر پیاز کھا کر فوراً مسجد حرام شریف میں جانے کا ارادہ ہو تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) حیض کی حالت میں عورت عمرے کا طواف کر لے تو اس پر دم واجب ہے یہی حکم جنابت میں اور بے وضو طواف کا بھی ہے اور اگر پاک ہونے تک مکہ معظّمہ میں رہی تو پھر سے یہ طواف کر لے دم ساقط ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے: **وفی الفتح: لو طاف للعمرة جنبا او محدثا فعليه دم و كذا لو ترك من طوافها شوطا لانه لامدخل للصدقة فی العمرة.**

ترجمہ: فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت کی حالت میں یا بے وضو عمرے کا طواف کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ یوں ہی اگر عمرے کے طواف کا ایک چکر بھی چھوڑ دیا تو دم ہی واجب ہے کیوں کہ عمرے میں صدقے کا کوئی دخل نہیں۔ (باب الجنایات من کتاب الحج) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) دوران طواف حیض آجائے تو عورت کو چاہیے کہ فوراً طواف چھوڑ کر باہر آجائے پھر جب پاک ہو جائے تو بعد طواف پھر سعی کرے اور اگر اس نے طواف جاری رکھا تو دم دے یا پاک ہونے کے بعد اس طواف کا اعادہ کرے وجہ یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طواف مطلقاً جرم ہے خواہ حیض پہلے سے ہو یا دوران طواف آجائے۔ درج بالا فقہی جزئیات کا عموم دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳) حالت احرام میں مشت زنی کی اور انزال ہو گیا تو دم واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴) تعویذ پہننا جائز ہے اور گلے یا بازو پر باندھنا مکروہ ہے ایسا ہی بہارِ شریعت بیانِ احرام میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵) حیض کی حالت میں طواف اور خاص کر طواف زیارت حرام ہے۔ عورت پر فرض ہے کہ حیض کے زمانے میں مسجد حرام شریف میں نہ جائے اور طواف سے بچے پاک ہو جائے تب طواف زیارت کرے اگر چہ وہ بارہویں ذی الحجہ کے بعد پاک ہو اور اگر اس کی فلائٹ کا وقت قریب ہو تو معلم سے گزارش کر کے وقت میں توسیع کرائے اور بہر حال اگر حیض کی حالت میں طواف زیارت کرے گی تو گنہگار ہوگی، اس پر اس کی وجہ سے بُدْنَہ لازم ہوگا یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی، ہاں اس کے ساتھ اس کے حج کا آخری فرض بھی ادا ہو جائے گا اور وہ بال کٹا کر حلال ہو جائے گی اگر کسی عورت نے ایسا کر لیا تو وہ بارگاہ الٰہی میں سچے دل سے توبہ کرنے کے ساتھ ہی بُدْنَہ بھی دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۶) شربت روح افزا یا کوئی بھی خوشبودار شربت حالت احرام میں پینا مکروہ ہے اس کے پینے سے صدقہ لازم ہوگا، اور تین بار پینے سے دم۔ اگر پیاس کا غلبہ ہو اور پانی نہ ہو تو ایک بار منہ لگا کر جتنا چاہے پی لے اور ایک صدقۂ فطر کی مقدار روپے حرم شریف کے فقیر کو دے دے۔ اس طرح کے عذر کی وجہ سے پینے میں کراہت تو نہ ہوگی تاہم صدقہ اور بار بار پینے پر دم ضرور واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۷) یہ عورت دم دے کہ جب پہلے عمرہ کے بعد بال کٹا کر وہ احرام سے باہر نہ ہوئی تھی تو اسے دوسرے عمرہ کے احرام کی اجازت نہ تھی۔

اور اگر اس نے پہلے عمرہ کا احرام کھولنے سے پہلے کوئی ایسا کام کیا جو حالت احرام میں حرام یا مکروہ ہے تو اس کی وجہ سے اس پر الگ سے دم یا صدقہ واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلموں کو شراب پہنچانا کیسا ہے؟

کچھ لوگ کرایہ پر چلانے کے لیے ٹرک رکھتے ہیں اور کام نہیں ملتا تو غیر مسلموں سے معاملہ طے کر لیتے ہیں اور ان کی شراب ایک شہر سے دوسرے شہر ٹرک کے ذریعہ پہنچاتے ہیں۔ ان کا یہ فعل جائز اور رزق حلال ہے یا نہیں؟

جواب: غیر مسلموں کی شراب ایک شہر سے دوسرے شہر اپنے ٹرک سے پہنچانا اور اس پر کرایہ وصول کرنا جائز ہے اور رزق حلال وطیب ہے۔ ٹرک مالک کا کام ہے مال پہنچانا اور اس پر اجرت لینا، اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ صاحب مال کون سا مال لوڈ کر رہا ہے اور اسے کس کام میں لائے گا۔ شراب اٹھا کر دوسرے کو پینے کے لیے دینا ممنوع ہے مگر یہ تو ایک دوکان سے دوسری دوکان تک پہنچانا ہے، کسی کو پینے کے لیے دینا نہیں ہے۔

نتائج الافکار میں ہے: **وبیع الخمر لیس معصیة للکافر فان خطاب التحریم غیر نازل علیٰ الکفار.** (حاشیہ ہدایہ: ج ۴/ص ۴۵۶، کراہیۃ)

ہدایہ میں ہے:

ترجمہ: ذمی کے لیے شراب ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچانا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے حق میں اجرات حلال وطیب ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ یہ گناہ پر مدد ہے۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب کے تعلق سے دس افراد پر لعنت فرمائی، انھیں میں سے شراب اٹھا کر دوسرے تک پہنچانے والا بھی ہے اور جس کے پاس شراب پہنچائی جائے'' وہ بھی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ گناہ شراب کو پینا ہے جو فاعل مختار کا کام ہے اور شراب ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کو پینا لازم نہیں (کہ جب بھی پہنچایا جائے تو پینا بھی پایا جائے، یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں اور پہنچانے والے کا مقصد پینا و پلانا بھی نہیں ہے) بلکہ اس کا مقصود محض اجرت کا حصول ہے) اور حدیث میں ''اٹھانے والے پر لعنت'' اس وقت ہے جب شراب پینے یا پلانے کے قصد سے اٹھائی جائے۔ ہدایہ ص: ۴۵۷، کتاب الکراہیۃ، مجلس برکات) واللہ تعالیٰ اعلم

❁……❁

ممبران سے اپیل:

مکرمی! ہر سال کی طرح اس سال بھی سالانہ سنی اجتماع منعقدہ وادی نور آزاد میدان ممبئی میں ماہنامہ سنی دعوت اسلامی کے اسٹال مکتبہ طیبہ و دیگر مقامات پر لگے ہوں گے۔ ہمارے اکثر ممبران کی ممبری فیس دسمبر ۲۰۱۱ کو ختم ہو جائے گی، لہٰذا گزارش ہے کہ آپ سالانہ اجتماع میں سال ۲۰۱۲ کی ممبری فیس ضرور جمع کر دیں۔ (ادارہ)

جہاں تک ہو سکے

لوگوں کو راحت پہنچاؤ

(حضرت خواجہ نظام الدین کے صحیفۂ حیات کا ایک اہم سبق)

از: امتیاز احمد مصباحی

صوفیہ کی زندگی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ تھی۔ ان کے پاس بھی جو کچھ ہدایا وتحائف وغیرہ آتے تھے وہ غربا اور اہلِ حاجت میں تقسیم کر دیا کرتے۔ خود معمولی لباس وغذا استعمال فرماتے لیکن دوسروں کا زیادہ خیال فرماتے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م:۷۲۵ھ) اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔ آپ ہندوستان میں مشائخِ چشت میں چوتھے نمبر پر ہیں آپ کی زندگی میں بھی آپ کی خانقاہ مرجعِ خلائق تھی۔ آپ کی وجہ سے اور آپ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں شہر دہلی میں جو مذہبی انقلاب برپا ہوا تھا اس کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی۔ دہلی اور قرب وجوار کے علاقوں کے علاوہ دور دراز کے علاقوں سے بھی لوگ آپ کی خدمت میں آتے اور اپنی دلی مرادیں پوری کر کے واپس جاتے۔ جب تک آپ بدایوں میں رہے زندگی تنگی وعسرت میں بسر ہو رہی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والد کے انتقال سے اقتصادی نظام درہم برہم ہو گیا تھا اور ان مرحوم نے ترکے میں کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ کبھی کبھی گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور آپ سبق پڑھ کر واپس آتے تھے تو والدہ کہتی تھیں ''آج ہم اللہ کے مہمان ہیں'' محبوب الٰہی کو یہ بات بہت اچھی لگتی تھی اور کبھی کئی دن مسلسل کھانا کھانے کو ملتا تھا تو وہ یہ سوچتے تھے کہ وہ دن کب آئے گا جب ہم پھر اللہ کے مہمان ہوں گے۔ اس سے حضرت کے فقر ودرویشی سے فطری لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ (مقدمہ فوائد الفواد: مترجم، از: پروفیسر نثار احمد فاروقی، ص/۹۲)۔ داد ودہش کا ابتدا سے عالم یہ تھا کہ ضرورت مندوں کی حاجت اپنے فقر واحتیاج کے عالم میں بھی پوری کر دیتے تھے۔ حضرت برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایامِ جوانی میں جب حضرت دہلی آئے اس وقت دہلی میں ایک مجذوب سلطان معین الدین تھے۔ یہ حضرت سے ملے اور کہا کہ ہمارے لیے کچھ لاؤ۔ حضرت کے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ سلطان معین الدین کو بازار لے گئے اور اپنے عبا یا دستار لوگوں کے ہاتھ بیچ کر مطلوبہ چیز سلطان معین الدین کو دلا دی (ایضا: ص/۱۲۲)۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (م۶۶۴ھ) نے آپ کو داخل سلسلہ فرمانے کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: آج میں نے ایسا درخت لگایا ہے جس کے سائے میں بہت سی خلقِ خدا آرام پائے گی (ایضا: ص/۱۰۴) بیعت کے بعد شیخ نے وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ کہا کہ جو اس فقیر کا مرید ہوا ہے اسے قرض نہیں لینا چاہیے۔ دوسرے کئی بار یہ فرمایا کہ اپنے دشمنوں کو خوش کرنا چاہیے اور حقدار کو اس کا حق دینا چاہیے۔ اس وقت حضرت محبوبِ الٰہی نے دل میں سوچا کہ مجھ پر تو کسی کا حق باقی نہیں ہے پھر اچانک خیال آیا کہ دہلی میں ایک بزّاز سے کپڑا قرض لیا تھا اس کے بیس جیتل باقی رہ گئے تھے اور ایک شخص سے ایک کتاب مستعار لی تھی جو مجھ سے کھو گئی۔ دہلی جا کر پہلا کام یہی کروں گا کہ ان دونوں کے حقوق ادا کروں گا۔

شیخ کے ارشاد کی نہ صرف آپ نے دہلی جا کر تعمیل کی اور زندگی بھر ادائے حقوق کا خاص خیال رکھا بلکہ جب اجودھن سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک کمبل پڑا ہوا دیکھا۔ آپ وہاں ٹھہر گئے ایک قافلہ گزر رہا تھا جب تک وہ قافلہ پورا نہ گزر گیا آپ کمبل کے پاس کھڑے رہے اور اس کی حفاظت کرتے رہے تاکہ کوئی اور نہ اٹھا لے جائے اور جس کا حق ہے وہ مارا نہ جائے۔ (ایضا: ص/۱۰۴)

ایک بار ایک طالب علم آپ کی خانقاہ میں آیا یہ وہ زمانہ تھا جب آپ غیاث پور میں تشریف رکھتے تھے (غیاث پور اسی جگہ بسا ہوا تھا جہاں اب مقبرۂ ہمایوں ہے) اور فتوحات کثرت سے آرہی تھیں۔ پہلے اس طالب علم کو کھانا کھلایا پھر آپ نے خادم اقبال سے فرمایا کہ انہیں آدھا تنکا (اس دور کا روپیہ) دے دو۔ اقبال نے کہا اس وقت موجود نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی سے لے کر دے دو۔ اس وقت اتفاق سے کسی سے بھی نہیں ملا۔ خانقاہ میں ایک بیل بندھا ہوا تھا۔

حضرت نے فرمایا اس بیل کو بازار میں بیچ آؤ۔ اسے لے کر بازار گئے تو بازار کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لیے وہ بیل نہیں بک سکا اسے واپس لے آئے۔ طالب علم نے کہا یہ بیل ہی مجھے دے دیجیے میں بیچ لوں گا۔ وہ ۴، ۵ تنکے کا تھا۔ اخی مبارک نے حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ وہ طالب علم کہتا ہے کہ بیل ہی اس کو دے دیا جائے آپ نے فرمایا: ہاں اسے دے کر رخصت کر دو۔ (ایضا ص ۱۲۳)

ایک دن ایک شخص حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرے گھر میں دو کنواری لڑکیاں ہیں اور میری اتنی حیثیت نہیں کہ ان کی ضرورت پوری کر سکوں۔ یہ سن کر حضرت نے خادمہ سے فرمایا: قلم دان لاؤ۔ پھر ایک رقعہ پر لکھا "**من جاء بالحسنة فله عشرة امثالها**" آپ نے اس شخص کو رقعہ دیتے ہوئے فرمایا ملک قیر بک کے پاس جاؤ اور ان سے اپنا حال بیان کر و اور یہ رقعہ انہیں دے دینا۔ اس شخص نے ملک کو جا کر رقعہ دیا تو ملک نے حضرت محبوب الٰہی کا خط پہچان لیا اور اس شخص کا حال غور سے سنا۔ اس زمانے میں ملک قیر بک کی بیٹی کی شادی ہونے والی تھی اس کا جہیز جمع ہو رہا تھا وہ سب کپڑے اور زیور وغیرہ لے کر آیا اور اس شخص کے حوالے کر دیے۔ دوسرے دن سلطان علاؤالدین خلجی کے دربار میں حاضر ہوا تو سلطان نے پوچھا "قیر بک! کل کا ماجرا کیا تھا؟ قیر بک حیران ہوا کہ سلطان کو کیسے خبر ہوئی پھر اس نے شیخ کا رقعہ ملنے کا واقعہ بتایا تو بادشاہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا شیخ نے کیا لکھا تھا؟ اس نے رقعے کا مضمون بتایا۔ بادشاہ نے قیر بک کے عمل کو سراہا اور کہا کہ تم نے جو جہیز تیار کر رکھا تھا اس کی فہرست لاؤ۔ قیر بک نے فہرست پیش کی۔ اب یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ملوک و امرا کی بیٹیوں کا جہیز کیا ہوتا تھا خاص طور سے ترک امرا جو بہت فیاض ہوتے تھے۔ بادشاہ نے زیورات کی فہرست اپنے خزینہ دار کو دیتے ہوئے کہا کہ اسے دس گنا کر کے ملک قیر بک کو دے دو۔ (ایضا: ص ۱۲۳)

حضرت محبوب الٰہی کی عطا و بخشش کے انداز بھی نرالے تھے کسی کو یہ علم نہ ہوتا تھا کہ کس کو کیا دیا گیا مگر کبھی کبھی یہ بھید اتفاق سے کھل جاتا تھا۔ ایک بار کسی شخص کے لیے آپ نے خواجہ اقبال سے فرمایا: انہیں شکر کی ایک پڑیا دے دو۔ وہ شخص ادب سے سلام کر کے شکر کی پڑیا لے کر چلا گیا گھر جا کر پڑیا کھولی تو اس میں دس تنکے (اس زمانے کا سکہ) رکھے ہوئے تھے۔ وہ سمجھا کہ یہ پڑیا مجھے اقبال نے غلطی سے دے دی ہے پھر خانقاہ واپس آیا اور حضرت کی خدمت میں وہ پڑیا پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ مجھے بھولے سے دے دی تھی اس میں تو تنکے نکلے اس لیے واپس لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ارے خواجہ! یہ تو اللہ تمہیں دے رہا ہے ہم درمیان میں کون ہوتے ہیں تم انہیں رکھو اور جیسے جی چاہے خرچ کرو۔

حضرت محبوب الٰہی کی خدمت خلق کے مختلف طریقے تھے وہ کسی موقع پر بھی بندگان خدا کو پریشانی کا سامنا کرتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت کی خانقاہ کے دروازے دریا کی طرف تھے دریا پر پانی بھرنے والوں کا ہجوم رہتا اور کھینچا تانی میں بعض لوگوں کے گھڑے ٹوٹ جاتے تھے تو انہیں فوراً حضرت کی خانقاہ سے کورا گھڑا مل جاتا تھا۔ اس طرح روزانہ متعدد گھڑے بھی تقسیم ہوتے تھے مگر کبھی کسی کو خانقاہ میں پانچ، سات نئے گھڑے بھی رکھے ہوئے نظر نہ آتے تھے اور اس پر حیرت ہوتی تھی کہ نئے گھڑے فوراً کہاں سے آجاتے ہیں۔ (ایضاً: ص ۱۲۵)

حضرت نظام الدین اولیا کی خانقاہ میں ہر وقت لنگر جاری رہتا جہاں بے شمار خلقِ خدا اپنی بھوک مٹاتی۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک موقع سے ارشاد فرمایا کہ خلقِ خدا کے لیے یہ لنگر ہم صرف زبان کے چٹخارے کے لیے نہیں کرتے بلکہ یہ ہمارے خواجہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی نعمت ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ یہاں سے شہر دہلی تک ہر جگہ تنور لگوا دوں اور طرح طرح کی نعمتیں ہمہ وقت موجود رہیں جن سے بے واسطہ و وسیلہ بندگانِ خدا فائدہ اٹھائیں، کھائیں اور ساتھ میں باندھ کر بھی لے جائیں۔ (ایضا: ص ۱۲۹)

شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جمعہ کی صبح کو یا جمعرات کو نماز عشا کے بعد تجدید کرتے تھے اور خانقاہ میں جو کچھ سامان ہوتا تھا سب نکلوا کر فقرا، مساکین اور اہلِ حاجت میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ شہر سے آئے ہوئے جو لوگ موجود ہوتے تھے انہیں دس دس، بیس بیس آدمیوں کے حصے دے کر ہدایت کرتے کہ انہیں تقسیم کر دو۔ اس طرح خانقاہ میں کچھ بھی باقی نہ بچتا تھا مگر صبح کو فجر کی نماز کے بعد واپس جانے والے مسافروں کو رخصت کرنے کے لیے حضرت تشریف فرما ہوتے تو انہیں بھی کچھ نہ

کچھ دے کر ہی رخصت فرماتے۔ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی کہ رات تو سب کچھ تقسیم ہو چکا تھا اب یہ کہاں سے آ رہا ہے۔

بخشش وعطا کے لیے حضرت نے کچھ قاعدے بھی مقرر کر رکھے تھے۔ غیاث پور اور قرب وجوار کے باشندوں کو روزینہ ملتا تھا جو لوگ شہری ہوتے انہیں ہفتہ وار وظیفہ دیا جاتا آس پاس کے قصبات سے آنے والوں کے لیے ماہانہ مقرر تھا دور دراز والوں کے لیے ششماہی یا سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔ (محبوب الٰہی: از: ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، ص ۲۳۳)

حضرت محبوب الٰہی کے نزدیک مجبوروں کے کام آنا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا سب سے بڑی انسانیت ہے کسی کو گرفتارِ بلا دیکھتے تو خود بے چین و بے قرار ہو جاتے گویا کہ وہ تکلیف خود انہیں پہنچی ہو۔ ''ایک دن خانقاہ میں لوگوں کا ہجوم تھا دھوپ تیز تھی سائے میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ لوگ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نے دیکھا تو لوگوں سے فرمایا: مل جل کر بیٹھ جاؤ تا کہ دوسروں کے لیے بھی جگہ نکل آئے دھوپ میں تو لوگ بیٹھے ہیں اور جل میں رہا ہوں۔

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر کے بھانجے شیخ شرف الدین کو شیخ الاسلام رکن الدین فردوسی کے خلیفہ شیخ بدر الدین سمرقندی کے عرس میں دعوت دی گئی جہاں بہت سے اکابر صوفیہ موجود تھے ان میں سے ایک صوفی نے کہا کہ خواجہ نظام بڑے فارغ البال بزرگ ہیں مجرد ہیں اہل وعیال واطفال کا کوئی ان کو تردد نہیں ان کو ایسا فراغ حاصل ہے کہ ایک ذرہ غم بھی ان کو نہیں ہے۔ شیخ شرف الدین نواسہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی مجلس سے اٹھ کر سیدھے شیخ المشائخ کی بارگاہ میں آئے تا کہ اس واقعے کا تذکرہ کریں۔ حضرت نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: میاں شرف الدین وہ رنج وغم جو میرے دل کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے شاید ہی کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ ہوتا ہو۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا حال مجھ سے بیان کرتا ہے اس سے دو چند فکر و تردد اور غم والم مجھے ہوتا ہے۔ بڑا سنگ دل ہے وہ جس پر اپنے دینی بھائی کا غم اثر نہ کرے۔ اس کے علاوہ یہ جو کہا گیا ہے کہ **المخلصون علی خطر عظیم** (مخلصین کو بڑا خطرہ محسوس ہوتا ہے) اس سے بھی سمجھ سکتے ہو کہ۔

نزدیکاں را ترا از بیش بود حیرانی (جو تیرے قریب ہوتا ہے اس کی حیرانی اور زیادہ ہوتی ہے)

ایک بار فرمایا: مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی اس میں لکھا تھا کہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کو راحت پہنچاؤ کہ مومن کا دل اسراریت کا مقام ہے۔ کسی بزرگ نے خوب کہا ہے۔

می کوش کہ راحت بجانے سد
یا دست شکستہ بنانے رسد

کوشش کرو کہ کسی انسان جان کو تم سے راحت وآرام پہنچے یا جو دست شکستہ ہے اس کو تمہارے ذریعہ سے روٹی ملے۔

ایک بار فرمایا: قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قدر و قیمت نہ ہوگی جتنی دل کا خیال رکھنے اور دل خوش کرنے کی۔ (محبوب الٰہی، ص: ۲۳۷۔ از ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی)

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ طاعت کی دو قسمیں ہیں، طاعت لازمی، طاعت متعدی۔ طاعت لازمی وہ ہے کہ جس کا فائدہ اسی ایک طاعت کرنے والے شخص کو پہنچتا ہے، اور وہ نماز، روزہ حج اوراد وتسبیحات اور اس طرح کی دوسری چیزیں ہیں لیکن طاعتِ متعدی وہ ہے جس سے فائدہ اور راحت دوسروں کو پہنچے۔ خرچ کرنے سے اور شفقت برتنے سے اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کے حق میں مہربانی کرنے سے۔ اس کو طاعتِ متعدیہ کہتے ہیں اور اس کا ثواب بے حد و اندازہ ہے اور طاعتِ لازمہ میں تو اخلاص ہونا چاہیے تا کہ قبول ہو جائے لیکن طاعت متعدیہ تو جس طرح کی بھی ہو اور جیسے بھی کی جائے اس کا ثواب ہے۔ (فوائد الفواد مترجم، مجلس سیزدہم، ص: ۲۲)

آپ نے فرمایا: سونے، چاندی سے راحت ان کے خرچ کرنے میں ہے یعنی آدمی کو کسی چیز سے راحت نہیں مل سکتی جب تک روپیہ خرچ نہ کرے مثلاً اگر وہ چاہتا ہے کہ عمدہ لباس پہنے یا اسے اچھے کھانے کی آرزو ہو یا اسی طرح کی کوئی اور تمنا ہو تو جب تک روپیہ خرچ نہیں کرتا اس کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ سونے چاندی سے اگر راحت حاصل ہو سکتی ہے تو ان کے جانے سے ہی ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: سونے چاندی جمع کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ان سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

اسی درمیان فرمایا کہ میرا دل خود شروع ہی سے کچھ جمع کرنے کی طرف راغب نہیں تھا اور طلبِ دنیا کا قطعاً مجھے خیال نہ تھا۔ اس کے بعد جب شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوا تو

پیوند ایسی جگہ ہوا کہ ان کی نظر میں خود دونوں جہان نہ جچتے تھے، ترک مطلق تھا۔

اس کے بعد فرمایا اس سے پہلے مجھے روزی کی کچھ تنگی تھی مگر خوشی سے گزران کی ہوتی تھی۔ ایک روز میرے پاس کوئی شخص بے وقت آدھا تنکا لایا میں نے کہا کہ آج تو دیر ہوگئی اور جو کچھ ضروریات تھیں وہ پوری ہوچکی ہیں، اس کو کل خرچ کروں گا۔ جب رات ہوئی اور میں عبادت میں مشغول ہوا تو اس آدھے تنکے نے میرے دامن دل کو پکڑ لیا اور نیچے کھینچنا شروع کیا جب میں نے یہ حال دیکھا تو کہا خداوند! صبح کب ہوگی کہ میں اس سے پیچھا چھڑاؤں اور خرچ کروں۔ (فوائد الفود مترجم، ج:۲، مجلس ہفتم)

حضرت محبوب الٰہی اکثر روزہ رکھا کرتے تھے لیکن اس طرح کہ شاذ و نادر ہی کبھی سحری کھائی ہو۔ خواجہ عبدالرحیم جن کے ذمے حضرت کی بارگاہ میں سحری پیش کرنے کی خدمت مقرر تھی، عرض کرتے: مخدوم! آپ نے افطار کے وقت بہت کم کھانا تناول کیا ہے اگر سحری کے وقت بھی تھوڑا سا کھانا تناول نہ کریں گے تو ضعف بڑھ جائے گا اور طاقت سلب ہوجائے گی۔ خواجہ عبدالرحیم کی بات سن کر حضرت محبوبِ الٰہی زار و قطار رونے لگے اور فرمایا: بہت سے مساکین اور درویش مسجدوں کے کونوں اور دکانوں میں بھوکے اور فاقہ زدہ پڑے ہوئے ہیں بھلا یہ کھانا میرے حلق میں کس طرح اتر سکتا ہے۔ (سیر الاولیاء: ص/۱۲۸)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مذکورہ اقوال، افعال اور کردار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا اخلاق کتنا بلند تھا اور انسانی ہمدردی و بہی خواہی کے کیسے جذبات ان کے سینوں میں پل رہے تھے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر انہیں اسلاف کرام کی خو، بو پیدا کریں اس لیے کہ کامیابی کا راز اسی میں پنہاں ہے۔ اللہ ہمیں عمدہ اخلاق اور خدمتِ خلق کا جذبہ عطا فرمائے آمین۔

﴿.....﴾

(صفحہ ۳۱ کا بقیہ)

شیخ القرآن اکابر علما کی نظر میں:

حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی: مولانا عبداللہ خاں نہایت ذی استعداد عالم دین ہیں مدرسے (اشرفیہ) کو ان کی ضرورت ہے۔ (جام نور دسمبر ۲۰۰۹ء، ص/۲۰)

شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی: آپ ایک اعلیٰ درجے کے مدرس ہیں اگر آپ نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا تو تدریس کے کام میں خلل واقع ہوگا۔ (معارف التنزیل، ص/۲۴)

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی: شیخ القرآن حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب عزیزی گونڈوی ثم بلرامپوری مدرسین علمائے اہل سنت میں ایک گراں قدر درجے اور اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ (ایضا، ص/۲۲) ہندوستان میں موجودہ علمائے اہل سنت میں آپ کی شخصیت امتیازی شان رکھتی ہے۔ (مسائل سود، ص/۴)

پیر طریقت حضرت مولانا سید کمیل اشرف مصباحی صاحب قبلہ: حضرت مولانا عبداللہ خاں عزیزی جماعت اہل سنت کے صف اول کے علما میں شمار کیے جاتے ہیں وہ قرآن فہمی کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ (معارف التنزیل، ص/۱۹)

سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی: حضرت العلام مولانا الحاج عبداللہ خاں صاحب قبلہ عزیزی دام ظلہ العالی شیخ القرآن الجامعۃ الاسلامیہ روناہی جامعہ اشرفیہ کے نامور فرزند، بلند پایہ عالم، محقق، متکلم، منطقی، فلسفی، ادیب، فقیہ، مفسر اور مدارس کی دنیا کے نامور استاذ ہیں۔ (ایضاً، ص/۲۳)

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت شیخ القرآن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔
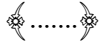
داعی کی انفرادی واجتماعی ذمے داریاں

از: حسن رضا برکاتی

امت مسلمہ اس وقت جس شکست اور پسماندگی کا سامنا کر رہی ہے اس کو ہم سب دیکھ رہے ہیں اور اس کے بارے میں ایک دوسرے سے سنتے رہتے ہیں۔ پھر کیا ہم اس شرمناک صورت حال کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے آرام سے بیٹھ جائیں؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:۱۳۔۱۱) مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

یہ دین انسانی زندگی کے لیے ایک خدائی دستور ہے۔ یہ انسانی زندگی میں مکمل طور پر اس وقت نافذ ہوگا جب انسانیت اس کے نفاذ کے لیے اپنی وسعت اور صلاحیتوں کے مطابق جدوجہد کرے گی اس لیے ضروری ہے کہ اپنے طرزِ عمل کو درست کیا جائے اور طویل المیعاد حکمتِ عملی کے ذریعے اس غفلت سے نکلنے کی کوئی راہ تلاش کی جائے۔ چنانچہ داعی کا فرض ہے کہ وہ کام، کام اور کام ہی کو اپنا نصب العین بنائے اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اپنی ذمے داری کو ادا کرنے کی فکر کرے۔

داعی کی زندگی میں ذمے داری کے کئی پہلو ہیں:

(۱) تعمیرِ ذات

داعی جب اچھے اعمال میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے خواہ ان اعمال کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، اخلاق سے ہو یا عام عادات سے یہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ جو اس دوڑ میں اپنی کوششیں صرف نہیں کرتا وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (الحدید ۵۷:۲۱) ''دوڑ و اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

داعی کا درست ہو جانا دعوت کی کامیابی کا سربستہ راز ہے۔ ڈاکٹر فتحی یکن کہتے ہیں: مثالی قائد کی شخصیت میں کسی قسم کا فتور نہیں ہوتا اس کے لیے تو ضروری ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اور قول و فعل ایک جیسا ہو۔ یہ نہ ہو کہ آدمی دوسروں کو اچھے اخلاق کی دعوت دے اور خود اس کے اخلاق برے ہوں یا لوگوں کو جہاد کی دعوت دے اور خود مجاہد نہ ہو۔'' (الاستیعاب فی حیاۃ الداعیۃ: از: فتحی یکن)

(۲) مسلم خاندان کی تعمیر

اصلاحِ نفس کے بعد داعی کا نصب العین ایک مسلم خاندان کی تعمیر ہوتا ہے۔ گھر، معاشرے کی اہم ترین اکائی ہے بچپن کا آغاز اسی کی گود میں ہوتا ہے۔ شفقت و محبت کے رشتے اور امدادِ باہمی کے سوتے یہاں سے پھوٹتے ہیں۔ آدمی ان رشتوں سے اصول و اقدار اخذ کرتا ہے اور یہاں اس کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ اسی طرح گھر ہی ہے جو فرد کی فکری و عملی کج روی کو درست کرتا ہے اس لیے گھر کی درستی ہر چیز سے زیادہ ضروری ہے اور خاندان کا بگاڑ و فساد اسلامی معاشرے کے لیے ہر قسم کی خرابی سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ گھریلو زندگی کا استحکام انتہائی ضروری ہے کیونکہ گھر ہی میں ان افراد کی تیاری و تربیت ہوتی ہے جو متوازن شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اور اپنی ذمے داریوں سے اچھے طریقے سے عہدہ برآ ہوتے ہیں وہ کارزارِ حیات میں مردانہ وار اترتے ہیں اور دینِ اسلام کی فتح کا جھنڈا اٹھاتے ہیں۔

اسلام نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ خاندان، معاشرے کی بنیاد ہے۔ درست زندگی جو روحانی اور علمی تعاون پر مشتمل ہے اس کی بنیادی اکائی خاندان ہی ہے۔ اسلام ایسے ہی خاندان بنانے کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کی تعمیر کی ترغیب دیتا ہے۔ خاندان کے بارے میں

داعی کا فرض یہ ہے کہ اس کو اسلامی سانچے میں ڈھالے۔ اس طرح گھر کی شکل وصورت اور اس کی ضروریات جیسے گھریلو سامان، کھانے پینے کے آداب، استیذان، باہمی گھریلو تعلقات اور پڑوسیوں اور ارد گرد کے ماحول کے ساتھ تعامل وغیرہ اس سانچے کے مطابق ہوں گے جس کا اسلام حکم دیتا ہے۔

ایک اسلامی معاشرے کا ایک خاندان پر یہ حق ہے اور اہلِ خاندان کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ ایک مسلمان نسل کو وجود میں لائے جو ان صفات کی حامل ہو:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں، کائنات کے بارے میں، زندگی کے بارے میں اور خود انسان کے بارے میں درست عقیدہ۔

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ کی عبادت۔

۳۔ عدل، احسان، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کوشش۔

۴۔ اس تنظیم اور اصول واقدار کے مطابق لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا جن کو اسلامی شریعت مقرر کرتی ہے۔

۵۔ ایک خاندان کے افراد میں، مختلف خاندانوں کے درمیان اور پھر مختلف معاشروں کے درمیان تعلقات میں اپنی ذمے داری ادا کرنا اور حقوق کی کوشش کے لیے اصول کو اپنانا۔

(۳) اسلامی معاشرے کا قیام

وہ معاشرہ جس کا قیام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدائی طریقِ کار کے مطابق عمل میں لائے تھے، تقریباً آدھی صدی کے عرصے میں نصف کرۂ ارض پر اپنے اصول واقدار کو نافذ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ان اصولوں کے ضمن میں عقائد، عبادات، معاملات، عدل واحسان، امر بالمعروف ونهی عن المنكر اور جہاد فی سبیل اللہ کے پیغام کو عام کیا گیا۔ ایک صحیح معاشرے کے قیام کے لیے اسلامی طریقِ کار پر عمل کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ ممکن ہوا۔

یہ انتہائی خطرناک بات ہے کہ ہم اسلام کا نام لیتے ہیں لیکن اس کے پیغام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله** (آل عمران: ۳/۱۱۰) ''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

آیت کا یہ ٹکڑا امتِ مسلمہ کے کندھوں پر ایک عظیم ذمے داری کا بوجھ ڈالتا ہے۔ اس سے اسلامی جماعت کو ایک عظمت اور بلند درجہ عطا ہوتا ہے لیکن یہ عظمت امت کو تب حاصل ہوگی جب وہ سچے ایمان کے ساتھ **امر بالمعروف اور نهی عن المنكر** کا فریضہ انجام دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے ہاتھوں، ایک آدمی کو بھی ہدایت سے نوازے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری) اس طریقِ کار پر عمل کرتے ہوئے داعی کو چاہیے کہ وہ چند اسالیب کا خیال رکھے جو ہدف تک پہنچنے میں اس کے معاون بنتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ ناصح علوان کہتے ہیں: ''داعی کے لیے ضروری ہے کہ:

۱۔ ترجیحات قائم کرے، دعوت کا آغاز عقیدے سے کرے پھر عبادات کی دعوت دے اور پھر نظامِ زندگی ان کے سامنے رکھے۔ جزئیات سے پہلے کلیات کی دعوت دے اور سیاست کی گہرائیوں میں اترنے سے پہلے انفرادی اصلاح کی طرف توجہ دلائے۔

۲۔ مشکلات پر صبر کرے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کو دعوت کی راہ میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ نہ اس سے پہلے کسی داعی نے دیکھی تھیں اور نہ بعد میں وہ کسی داعی کو پیش آئیں، اس کے باوجود آپ نے کوئی پروا نہیں کی۔ آپ نے داعیوں کے لیے صبر وتحمل اور استقامت میں ایک مثال قائم کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ . وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ** ۔ (العنکبوت: ۲۹/۲۔۳) ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا جائے گا؟ حالاں کہ ہم ان سب لوگوں کو آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ معلوم ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔''

۳۔ گرد وپیش کا مطالعہ: داعی جس ماحول میں دعوت کا بیڑا اٹھاتا

ہے اس کا خوب مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ گمراہی کے مراکز اور کج روی کے اڈوں کو جانتا ہے اور پھر وہ اسلوب اختیار کرتا ہے جو لوگوں کے ذہن اور ان کی استعداد کے مطابق ہو اور ان کی عقل وفکر کو اپیل کرے۔ داعی کو یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس دعوت کا ردعمل کیا ہوگا اور اس کے لیے خود بھی تیار رہتا ہے۔

(۴) اسلامی تحریک میں فرد کی ذمے داری

داعی کی زندگی میں ذمے داری کے پہلوؤں میں سے چوتھا پہلو یہ ہے کہ اسلامی تحریک میں فرد کی کیا ذمہ داری ہے؟ اسلام میں تربیت سے مراد احساسِ ذمہ داری پیدا کرنا ہے۔ قائد کا اپنا ایک مقام ومرتبہ ہے جس کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت کی جاتی ہے، اس کا احترام کیا جاتا ہے اور معروف (نیک کام) میں اس کی اطاعت کی جاتی ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے امیر کی اطاعت اور اس کے احترام کے ساتھ مثبت تنقید اور نتائج وعواقب میں شراکت کی بھی تلقین کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی اسی طرح تربیت کرتے تھے کہ ایک طرف وہ قیادت کی مکمل طور پر اطاعت کرتے تھے اور دوسری طرف حق بات کہنے اور ہر جگہ اس کا کھلم کھلا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ اسلامی تحریک ایسے ہی قائدین تیار کرنا چاہتی ہے وہ ایسے نہیں ہوتے کہ ہر پکارنے والے کے پیچھے چلیں۔ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس حوالے سے بھی نمونہ ہے۔ چنانچہ آپ نے غزوۂ بدر میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیا اور اپنی رائے کو بجائے ان کی رائے پر عمل کیا۔ اسی طرح غزوۂ احد میں آپ نوجوانوں کی رائے پر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلے اور غزوۂ خندق میں آپ نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے خندق کی کھدائی کا حکم دیا۔ اس تربیت سے ہر آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ وہ دعوت اور اس کے مقاصد کے بارے میں جواب دہ ہے اگرچہ وہ اکیلا ہو اور اس ذمے داری کے ضمن میں دعوت کے اندر ہر فرد پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ حسبِ ذیل امور کی پابندی کرے۔

۱۔ دعوت، فرد سے جن پابندیوں کا مطالبہ کرتی ہے اور جن چیزوں کو اس کے لیے اہم قرار دیتی ہے، ان کے ذریعے اپنی حیثیت کے مطابق دعوت کا احاطہ کرے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو دعوت کی بہتری کے تابع بنائے۔

۲۔ اپنی دعوت کی روح کا صحیح اور جامع فہم حاصل کرے۔

۳۔ اس طرح طریق کار کی پابندی کرے جس کو دعوت اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مقرر کرتی ہے۔

۴۔ اپنی دعوت کے ان اہداف کا محافظ بنے جن کے لیے دعوت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۵۔ اپنی دعوت کے لیے اخلاص اور گہرا تعلق اور باقی تمام تعلقات سے دست برداری۔

۶۔ قیادت کی طرف سے ملنے والے جائز احکام کو عملی جامہ پہنانا، تنگ دستی ومال داری اور سختی وآسانی دونوں حالتوں میں اس پر عمل کرنا۔

۷۔ کارکن اور قائد کے درمیان مضبوط اعتماد کا تعلق۔

۸۔ فرقہ وارانہ طرزِ عمل اور شخصی وعلاقائی ہر قسم کے تعصّبات سے بالاتر رہنا۔

۹۔ جماعت کے اندر میدانِ عمل میں مشکلات پیدا کرنے سے اجتناب اور اس بات سے گریز کہ اپنے ساتھیوں اور قیادت کو ایسے شخصی اختلافات میں پھنسائے جو دعوت کے کام اور اس کے نتائج پر اثر انداز ہوں۔

امتِ مسلمہ کی تعمیر پر اس دین کی اشاعت کا انحصار ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس تعمیر وتاسیس میں تدریج سے کام لیا جائے اور اس کی بنیادیں مضبوطی سے گاڑ دی جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رکوع اور سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو۔ اسی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمھیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام 'مسلم' رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔ (الحج ۲۲: ۷۷۔۷۸)

(ماخوذ: المجمع، شمارہ ۱۵۹۸، ۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء)

﴿.......﴾

مسند تدریس کے شہ سوار شیخ القرآن
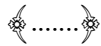
حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی

جن کی تربیت نے سیکڑوں افراد کو ممتاز داعیان دین بنا دیا

از: فضل الرحمٰن برکاتی

حیات وخدمات: حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے فیض یافتہ تلامذہ میں تفسیر کے حوالے سے جس شخصیت کا نام سب سے نمایاں ہے وہ شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی قدس سرہ کی ذات ہے۔ تفسیر کے ساتھ منطق، فلسفہ، علم کلام میں بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین، محقق، فقیہ، ادیب اور بے مثال استاذ تھے۔ آیئے! اس عبقری شخصیت کی حیات وخدمات کے چند درخشاں پہلوؤں کا مطالعہ کریں۔

نام ونسب: شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں عزیزی بن الحاج محمد ابراہیم خاں بن حاجی تعلقدار خاں بن جان محمد خاں مرحوم

خاندانی حالات: آپ کا خاندان پشت ہا پشت سے زراعت پیشہ رہا۔ پہلے ریاست بلرام پور کے زراعت پیشہ لوگ دو حصوں میں بٹے ہوئے تھے ایک گروہ اسامی کہلاتا تھا اور دوسرا گروہ ٹھیکیدار کے نام سے موسوم تھا۔ یہ ریاست اپنے وسیع رقبے کی اپنی تمام آراضیاں ٹھیکے داروں کو دے دیتی تھی بعض ٹھیکیداروں کے بیسیوں گاؤں ہوتے تھے جو غریب اسامیوں سے کاشت کرواتے تھے اور زرعی پیداوار کا وافر حصہ ان سے وصول لیتے تھے۔ یہ کاشت کار ہمیشہ مفلوک الحال رہا کرتے تھے۔ آپ کے آبا واجداد میں تقریبا سو سال پیشتر کچھ لوگ ٹھیکیدار تھے جن کے ماتحت کئی گاؤں تھے لیکن حوادثِ روزگار کی بنا پر پہلے آپ کے پردادا جناب محمد خان صاحب مرحوم ٹھیکیداری سے جبراً بے دخل کر دیے گئے اور اسامیوں کے زمرے میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ آپ کے دادا جناب الحاج تعلقدار خان صاحب ایک غریب کاشت کار ہوگئے البتہ ریاست کی طرف سے وہ گاؤں کے مکھیا مقرر کیے گئے تھے اور تا حیات وہ اسی نام سے موسوم رہے۔ ۱۹۵۱ء میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے والد ماجد الحاج محمد ابراہیم خاں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو افلاس کے ماحول میں پایا۔ چنانچہ انہوں نے نو عمری سے ہی کاشت کاری کا پیشہ شروع کر دیا بڑی محنت اور کدو کاوش سے گھریلو حالات سدھارنے اور اقتصادی ومعاشی خوش حالی کے پیدا کرنے میں قدرے کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے اپنے آپ کو صرف کھیتی باڑی ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ عرصۂ دراز تک غلے کی تجارت کا کاروبار بھی کیا۔ غلے کے بڑے بڑے تاجروں سے ان کے بڑے گہرے اور خوش گوار روابط تھے۔

آپ کے والد صاحب مرحوم بڑے صبر وضبط کے آدمی تھے کسی سے کوئی بات سرزد ہو جاتی تھی تو اس پر بھی وہ صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس لیے گاؤں کے جملہ افراد خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان سب سے ان کے روابط بڑے خوش گوار تھے۔ علاقے کے لوگ آپ کو بہتو (اس زمانے میں علاقے کی قابل احترام شخصیتوں کا لقب) کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔ آپ ۱۹۵۳ء میں حج وزیارت کی سعادت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ (تفصیل کے لیے حضرت شیخ القرآن کا انٹرویو ملاحظہ فرمائیں جو ماہ نامہ پیام حرم جمداشاہی میں شائع ہو چکا ہے)

ولادت: شمال مشرقی یوپی کے مشہور ضلع گونڈہ کے قصبہ پچپڑوا سے جانب شمال تقریبا ۴؍کلومیٹر کے فاصلے پر قریہ ناؤڈیہہ واقع ہے۔ اسی بستی میں ۱۵؍نومبر ۱۹۳۵ء (سرکاری کاغذات کے مطابق) آپ کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: آپ کی تعلیم کا انتظام بچپن سے ہی مناسب طور پر ہوا۔ ابتدائی تعلیم ناظرۂ قرآنِ حکیم اور اردو دینیات کی کتابیں گھر پر ہی مولوی میاں عبدالرحیم صاحب سے پڑھیں۔ مولوی عبدالرحیم ناؤ ڈیہہ کے مشرقی گاؤں بجوا کے رہنے والے تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد ابراہیم صدیقی جو کافی پڑھے لکھے تھے، ان سے بھی کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر موضع بڑہڑی کے مولوی محمد اسماعیل سے گھر پر کچھ دینیات کی کتابیں پڑھیں۔ مولوی محمد اسماعیل دیوبندی مکتبۂ فکر کے آدمی ہونے

کی وجہ سے بات بار پر شرک وبدعت کا فتویٰ دیتے تھے۔ان کی اس حرکت سے آپ کے دادا مرحوم سخت برہم ہوئے اور جوشِ غضب میں گھر سے نکال دیا۔اس طرح آپ کی گھریلو تعلیم موقوف ہوگئی اس کے بعد موضع ناوَڈیہہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر قصبہ پچپڑوا کے پرائمری اسکول میں داخلہ ہوا وہاں درجۂ سوم تک تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کا حصول: ۱۹۴۶ء میں سلطان المناظرین حضرت علامہ ومولانا الحاج عتیق الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ مولودِ پاک کے لیے ناوَڈیہہ تشریف لائے۔اس جلسے میں آپ کے جدامجد مرحوم بڑے والد حاجی کرم حسین صاحب عرف چھیدی خان مرحوم بھی شریک ہوئے۔ آپ اپنے چچازاد بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم خان صاحب عزیزی کے ہمراہ اس جلسے میں تشریف لے گئے۔حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب نے علمِ دین کی فضیلت اوراس کے فوائد وثمرات پر بڑی مؤثر تقریر فرمائی جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے جدامجد مرحوم اور عم محترم حاجی کرم حسین مرحوم نے آپ کو اور آپ کے چچازاد بھائی عبدالرحیم خان عزیزی کو حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ یہ دونوں بچے پچپڑوا کے پرائمری اسکول میں پڑھتے ہیں اب ان دونوں کی تعلیم آپ کے یہاں ہوگی آپ کی خدمت میں رہ کر یہ دینی تعلیم حاصل کریں گے۔دو تین روز بعد آپ کے عم محترم نے حضرت مولانا عتیق الرحمٰن کے مدرسہ انوار العلوم تلسی پور میں داخلہ کروادیا اور یہیں سے آپ کی دینی تعلیم کا باضابطہ آغاز ہوا۔

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ تن تنہا اس مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ان سے آپ نے ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھیں لیکن جب یہ ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوا تو حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ درس وتدریس کو چھوڑ کر ادارے کی تعمیر وترقی اور دعوت وتبلیغ کے کاموں میں لگ گئے۔اس کے بعد مفتیِ آگرہ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے بھائی حضرت مولانا محمد علی صاحب کا تقرر ہوا۔جب طلبہ کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا تو حضرت مولانا قاری محمد شفیع صاحب اعظمی کا تقرر عمل میں آیا قاری صاحب کے تشریف لانے کے بعد مدرسے کے تدریسی نظام میں کچھ سدھار پیدا ہوا۔

مدرسہ انوار العلوم تلسی پور کا معیارِ تعلیم اچھا نہ ہونے کے سبب حضرت شیخ القرآن ترکِ تعلیم کا مکمل ارادہ کرکے اپنے وطن چلے گئے۔ والدین کی سرزنش وتہدید کے باوجود دو مہینے تک تعلیم موقوف رکھی۔ ادھر حضرت مولانا عتیق الرحمٰن پھر مدرسے کی تعلیمی ترقی کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے رابطہ قائم کیا تو حضرت نے بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کو بہ حیثیت استاذ اس ادارے کی خدمت کے لیے مامور ومتعین کیا۔جب حضرت شیخ القرآن نے اپنے ہم سبق طلبہ سے ان کی تعریف وتوصیف سنی تو دوبارہ مدرسہ انوار العلوم تلسی پور حاضر ہوئے اور بڑی محنت وجانفشانی کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔آپ کی محنت وجانفشانی کو دیکھ کر تمام اساتذہ آپ کی مسلسل ہدایت ورہبری کیا کرتے تھے۔آپ مدرسہ انوار العلوم تلسی پور میں اپنی محنت وکاوش کی بدولت طلبہ کی صف میں ہمیشہ ممتاز رہے۔اپنی علمی لیاقت وقابلیت کی بدولت کئی سال تک مدرسۂ مذکور میں بہ حیثیت معین المدرسین تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔

حافظ ملت کی پیشین گوئی: مدرسہ انوار العلوم تلسی پور میں جب آپ علامہ جلال الدین ابن حاجب کی کتاب کافیہ (جو علم نحو میں چیستاں کی حیثیت رکھتی ہے) پڑھ رہے تھے تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ امتحان لینے کے لیے مدعو کیے گئے۔کافیہ کا امتحان حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لیا چونکہ تمام طلبہ میں آپ کا نام علمی صلاحیت کی بنیاد پر سرفہرست رکھا گیا تھا اس لیے حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے حکم پر عبارت خوانی کے بعد ترجمہ فرمایا اور مرفوعات کی بحث میں پہلے مرفوع یعنی فاعل کی تعریف کے بعد مطلب بیان کیا۔

حضور حافظ ملت: آپ کہہ رہے ہو کہ فاعل اسے کہتے ہیں جس کی طرف فعل کی نسبت بطور قیام ہوا اور جس پر فعل کو مقدم کیا گیا ہو یعنی فاعل کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے فعل ہو۔اگر فعل بعد میں آجائے تو اس میں کیا خرابی پیدا ہوگی۔زید ضرب وضرب زید میں کیا فرق ہے؟

شیخ القرآن (بلا جھجک فوراً جواب عرض کرتے ہیں): اگر اسم کے اوپر فعل کو مقدم نہ کیا جائے بلکہ اس سے مؤخر کردیا جائے تو ایسی صورت میں فاعل اور مبتدا میں اشتباہ پیدا ہوجائے گا اور یہ متعین کرنا دشوار ہوگا کہ یہ فاعل ہے یا مبتدا اس لیے فاعل ومبتدا میں اشتباہ ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ فاعل کی تعریف میں یہ قید لگائی جائے کہ فعل اسم پر مقدم ہو۔

اس برجستہ جواب سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے اور بہت شاباشی دی اور حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب

کو ہدایت فرمائی کہ اس طالب علم کو خاص توجہ کے ساتھ پڑھایا جائے اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ یہ طالب علم انشاءاللہ العزیز مستقبل میں علما کی صف میں ایک ممتاز مقام حاصل کرے گا۔

حضرت شیخ القرآن فرماتے ہیں: اس لیے میں اپنے علم وایقان کی روشنی میں یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ آج جو کچھ مجھ کو جانا پہچانا جاتا ہے یا میری قدر ومنزلت کی جاتی ہے یا علمی دنیا میں میری کچھ حیثیت متعین کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ میرے اساتذۂ کرام کی محنت وکاوش اوران کی شفقتوں کی وجہ سے تو ہے ہی لیکن اس میں ایک بزرگ ہستی کی پیشین گوئی کے بھی اثرات ہیں۔ (انٹرویو حضرت شیخ القرآن: پیام حرم جون ۲۰۰۹ء، ص/۲۵،۲۶)

دارالعلوم اشرفیہ آمد: ۱۹۴۶ء تا ۱۹۵۴ء کے اوائل تک مدرسہ انوارالعلوم تلسی پور میں زیر تعلیم رہنے کے بعد دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے اور ۱۹۵۴ء تا ۱۹۵۷ء باکمال اساتذہ سے اکتساب فیض کرنے کے بعد ۱۹۵۷ء میں سند ودستار فضیلت سے سرفراز فرمائے گئے۔ دوران طالب علمی دارالعلوم اشرفیہ میں بہ حیثیت معین المدرسین درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دیے۔ دارالعلوم اشرفیہ کی سہ سالہ مدت تعلیم میں اپنی محنت ووسعت مطالعہ کی بدولت ہمیشہ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے۔ حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ کے طلبہ کو تعلیم کی طرف رغبت دلانے کے لیے حضرت شیخ القرآن کو مثالی طالب علم کے طور پر پیش فرماتے۔ طلبہ واساتذہ آپ کی علمی صلاحیت ولیاقت کی تعریف کیا کرتے تھے۔

رفقائے درس: (۱) حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب قبلہ ادروی مرحوم (۲) شیخ اعظم حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف صاحب قبلہ (۳) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ (۴) حضرت مولانا ممتاز احمد اشرف القادری صاحب قبلہ۔ آپ کے یہ سب رفقائے درس اپنے وقت کے جید علمائے دین وفضلائے کاملین میں شمار کیے جاتے ہیں جن میں کچھ اللہ کو پیارے ہوچکے اور جو حیات ہیں وہ اپنے علم سے عالم کو فیض یاب کررہے ہیں۔ سوائے اول الذکر کے سب کے تذکرے اختصار کے ساتھ "فرزندان اشرفیہ کی تصنیفی خدمات" میں شائع ہوچکے ہیں۔

مشفق اساتذۂ کرام: آپ کی شخصیت سازی میں جن اساتذۂ کرام کی مہربانیاں شامل رہیں ان کے اسما یہ ہیں۔ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ، ملاذ العلماء حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ، شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ، سلطان المناظرین حضرت علامہ عتیق الرحمٰن خاں صاحب علیہ الرحمہ، بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب قبلہ، قاضی شریعت حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی علیہ الرحمہ۔ حضرت بحرالعلوم دام ظلہ العالی کے سوا آپ کے باقی اساتذہ داعیِ اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔

بیعت وارادت: جس زمانے میں آپ مدرسہ انوارالعلوم تلسی پور میں زیر تعلیم تھے اسی وقت سے حضور حافظ ملت کے عقیدت مندوں میں شامل ہوگئے تھے۔ متعدد بار حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کا امتحان لیا اور بارہا حضور حافظ ملت سے شرف ملاقات حاصل کی۔ ان کی دین داری، اتباعِ سنت، علمی جاہ وجلال اور شفقت وعنایت سے بہت متاثر تھے لہٰذا ۱۹۵۲ء میں حضرت محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت وارادت حاصل کرکے سلسلۂ عالیہ قادریہ عزیزیہ میں داخل ہوگئے۔ بیعت کے بعد اوراد ووظائف کی اجازت چاہی تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا آپ کے لیے بڑا وظیفہ یہی ہے کہ حصول علم اور مطالعے میں مصروف رہو۔ حضرت شیخ القرآن تاحیات پوری پابندی کے ساتھ اسی وظیفے میں مشغول رہے۔

درس وتدریس: ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس، مدرسہ فیضِ عام شاہ جہاں پور، دارالعلوم ربانیہ باندہ، دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں درس وتدریس سے منسلک رہے۔ آپ نے ان مدارس میں ۱۶/سال تک تدریسی خدمات انجام دیں اور تشنگانِ علومِ نبویہ کو سرشار کرتے رہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ میں تقرری: حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ اپنے چہیتے شاگرد شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی کی علمی صلاحیتوں کو ان کے زمانۂ طالب علمی سے ہی دیکھ رہے تھے۔ اس لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ جب الجامعۃ الاشرفیہ کے معیارِ تعلیم کو انتہائی بلند بنانے کے لیے قابل اساتذہ کا تقرر فرمارہے تھے تو آپ کی تقرری کے لیے کمیٹی کے ممبران سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اس سلسلے میں معروف ادیب وشاعر ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی رقم طراز ہیں: میں حافظ ملت کی سربراہی میں ۱۵/ برس مجلس

انتظامیہ کا ممبر رہا میں نے کبھی بھی حضرت کو انتظامیہ پر دباؤ ڈالتے نہیں دیکھا۔ ایجنڈا سامنے آتا، اراکین غور وخوض کرتے، بحث ہوتی اور جو تجویز منظور کی جاتی حافظ ملت بہ حیثیت صدر اس پر دستخط ثبت فرماتے۔ صرف ایک میٹنگ میں دیکھا کہ آپ نے ایجنڈا سامنے آنے کے بعد اپنی مرضی ظاہر فرمادی پھر اسی پر اراکین نے اتفاق کرلیا۔ یہ معاملہ مولانا عبداللہ خاں صاحب کے تقرر اور رہائش کے لیے مکان الاٹ کرنے کا تھا۔ حافظ ملت نے فرمایا ''مولانا عبداللہ خاں نہایت ذی استعداد عالم دین ہیں مدرسے کو ان کی ضرورت ہے''۔ یہ ایک غیر معمولی فیصلہ تھا اس کی نظیر اشرفیہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ (ماہنامہ جام نور دسمبر ۲۰۰۹ء ص:۱۹۔۲۰)

چنانچہ ۱۹۷۳ء میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ایما پر دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے اور ۱۳؍سال تک علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب آپ کی تدریس کا ڈنکا پورے ہندوستان میں بجنے لگا۔ آپ کا اندازِ درس وتدریس، طریقۂ تفہیم بڑا معیاری ہوا کرتا تھا۔ سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

''تفسیر مدارک التنزیل راقم الحروف نے حضرت شیخ القرآن دام ظلہ العالی سے پڑھی اور آپ کے طریقۂ تعلیم سے بے پناہ متاثر ہوا۔ ایک میں ہی نہیں میرے تمام رفقائے درس کا یہی حال تھا۔ ہم سے پہلے اور بعد کے طلبہ کا بھی یہی تاثر ہے۔ سچ یہ ہے کہ حضرت مدارک شریف پڑھاتے نہیں پلاتے تھے۔ دلائلِ قدرت کا بیان، تشبیہات کی تشریح، مدارک الفاظ کی وضاحت، علامہ نسفی کی نکتہ آفرینیوں کی تفہیم، آیات وتفسیر آیات سے معتزلہ ودیگر فرقِ باطلہ کا رد، مسلک اہل سنت وجماعت کا احقاق واثبات اور عظمتِ شانِ رسالت پر عقلی ونقلی استشہاد آپ کی تدریسی خوبیوں کے اہم عناصر تھے۔ جس وقت آپ ان عناصر پر اپنے مخصوص لب ولہجے میں روشنی ڈالتے تو بسا اوقات طلبہ پر ایک کیف سا طاری ہوجاتا ؎

ذوق آن مے نا شناسی بخدا تا نہ چشتی

(معارف التنزیل شرح مدارک التنزیل: ص؍۲۷)

حضرت بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب قبلہ لکھتے ہیں: وہ (حضرت شیخ القرآن) اشرفیہ میں تھے تو مدارک شریف بڑے ذوق سے پڑھاتے تھے۔ جب وہ مدارک پڑھاتے تو ان کی درسگاہ میں وعظ کے جلسوں کی طرح نعرے لگتے تھے۔ (ایضاً: ص؍۲۲)

یہ تھا حضرت شیخ القرآن قدس سرہ کا طرز تدریس جس طرح حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے غیر معمولی فیصلے کی نظیر تاریخ اشرفیہ میں نہیں ملتی اسی طرح کسی درسگاہ میں وعظ کے جلسوں کی طرح نعرے لگا کرتے ہوں اس کی نظیر تاریخ اشرفیہ کے علاوہ مدارس کی دنیا میں بھی نہیں ملتی۔

دارالعلوم جمداشاہی میں تدریسی فیضان: ۱۹۸۶ء میں الجامعۃ الاشرفیہ سے سبکدوش ہونے کے بعد دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی تشریف لے گئے۔ جمداشاہی کے مسلمانوں میں مذہبی شعور بیدار کرنے کے لیے مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی تحریک پر جنوری ۱۹۵۳ء میں یہاں کے باشعور مسلمانوں نے مدرسہ علیمیہ کے نام سے ایک مکتب کی بنیاد ڈالی رفتہ رفتہ ترقی کرکے ۱۹۷۲ء میں اس نے دارالعلوم کی شکل اختیار کرلی۔ ۱۹۸۶ء میں جب حضور شیخ القرآن قدس سرہ بحیثیتِ استاذ تشریف لے گئے تو اس کی صدارت کی ذمے داری بھی حضرت کے سپرد کردی گئی۔ حضرت نے اپنی تمام تر علمی، فکری، تعلیمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اسے بامِ عروج تک پہنچایا۔ آپ لکھتے ہیں: جب میں اس ادارے میں حاضر ہوا تھا تو مجھ کو یہ کچھ سنسان وادی سا نظر آرہا تھا اس کا تعلیمی معیار کچھ بلند نہیں تھا اور پست ہی تھا۔ اس کی تعمیر وترقی، تعلیمی منہاج کا از سر نو قیام، لائق وفائق اساتذہ کی فراہمی، اس ادارے سے متعلق جملہ امور کی انجام دہی سب باران ناتواں کندھوں پر تھا گویا میں صدر المدرسین ہی نہیں تھا بلکہ ناظمِ تعلیمات، ناظم اعلیٰ اور مجلس انتظامیہ کے فرائض کی انجام دہی میری ہی ذات سے وابستہ تھی۔ (معارف التنزیل، ص:۳۰)

دارالعلوم علیمیہ کو تعلیمی میدان میں شہرت وبلندی کے نصف النہار تک پہنچانے کے علاوہ علیمی لائبریری میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں وافر مقدار میں مہیا کراکر طلبہ، اساتذہ اور محققین کے لیے سہولت پیدا فرمادیں۔ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی سے ۱۹۹۶ء میں سبکدوش ہونے کے بعد الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد تشریف لے گئے اور ۱۲؍سال تک اپنی خداداد علمی صلاحیت کے جوہر بکھیرتے رہے۔ یہیں آپ نے اردو زبان میں مدارک شریف کی پہلی شرح معارف التنزیل تحریر فرمائی۔

چمن علیمی میں ورودِ مسعود: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کو خیرآباد کہہ کر اکتوبر ۲۰۰۸ء میں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کے ارباب حل وعقد کی پرخلوص دعوت پر ایک بار پھر چمن علیمی میں بحیثیت شیخ القرآن

تشریف لائے اور تا عمر اس ادارے میں اپنا علمی فیضان جاری رکھا۔ حضرت شیخ القرآن کی دارالعلوم آمد پر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی کے دینی علمی وتحقیقی مجلّہ ماہنامہ پیام حرم میں مندرجہ ذیل رپورٹ شائع ہوئی۔

''متعلقین علیمیہ کے لیے یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے ارباب حل وعقد بالخصوص سربراہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد معین الحق علیمی کی پرخلوص دعوت پر جماعت اہل سنت کی عظیم شخصیت شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان صاحب عزیزی دامت برکاتہم القدسیہ ایک بار پھر چمن علیمی کی زینت بن چکے ہیں۔ حضور شیخ القرآن کی دارالعلوم آمد پر دارالعلوم کے مختلف صوبوں کے طلبہ نے دورویہ صف بند ہوکر پرجوش استقبال کیا اور پھر دارالعلوم کے اراکین واساتذہ کی طرف سے ۱۳۰کتوبر بروز جمعرات نورانی مسجد میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں تلاوت ونعت خوانی کے بعد دارالعلوم کے مؤقر اساتذہ نے حضور شیخ القرآن صاحب کی گلپوشی فرما کر حضور شیخ القرآن کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد شفیق الرحمٰن کنوینز ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ، دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد قمر عالم صاحب، حضرت مولانا مفتی اختر حسین قادری اور سربراہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد معین الحق علیمی مدظلہم نے حضور شیخ القرآن کی دینی، ملی اور تصنیفی وتدریسی خدمات کو سراہا اور حضور کی دارالعلوم آمد سے دارالعلوم کی گراں قدر تعلیمی وتعمیری ترقی کی توقعات وابستہ کرتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ العزیز حضور شیخ القرآن کے فیوض وبرکات سے اب دارالعلوم علیمیہ کے الجامعۃ العلیمیہ کی طرف پیش رفت کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ آپ کی دارالعلوم آمد پر نہ صرف چمن علیمی کا پتہ پتہ خوشیوں میں سرشار ہے بلکہ اہالیان جمدا شاہی میں بھی بے پایاں مسرتوں کی لہر دیکھی جا رہی ہے۔ حضور شیخ القرآن دارالعلوم کے جملہ شعبہ جات کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ واضح رہے کہ دارالعلوم علیمیہ کی تعمیر وترقی میں حضرت کی خدمات ناقابل فراموش ہیں آپ ہی کی جد وجہد اور مساعی جمیلہ سے مدرسہ علیمیہ باضابطہ دارالعلوم کی شکل میں جلوہ بار ہوا۔ حضور شیخ القرآن دامت برکاتہم العالیہ دارالعلوم علیمیہ سے عشق کی حد تک محبت فرماتے ہیں دارالعلوم سے آپ کی بے کراں الفتوں کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آج جب کہ حضرت کی ضعیفی کا دور چل رہا ہے مگر علیمیہ کی تعمیر وترقی کے لیے اپنی حیات مستعار کی آخری گھڑیاں بھی صرف کر دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی آمد کو دارالعلوم کی مزید تعمیر وترقی کا سبب بنائے اور حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے۔ (ماہنامہ پیام حرم، ص ۶۲، ۶۳)

قلمی نقوش: درس وتدریس میں غایت درجہ انہماک کے سبب تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ تصنیف وتالیف کی اعلیٰ صلاحیت ہونے کے باوجود درس وتدریس کو تصنیف وتالیف پر فوقیت دی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے زمانۂ تدریس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کی شرح لکھنے کا آغاز فرمایا تو آپ کے استاذ محترم شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ ایک اعلیٰ درجے کے مدرس ہیں اگر آپ نے تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا تو تدریس کے کام میں خلل واقع ہوگا۔ چنانچہ اپنے استاذ شفیق کی صائب رائے کی وجہ سے قلم وقرطاس سے مستقل طور پر لگاؤ نہیں رکھا۔ ۵۳ ؍سال تک مختلف مدارس میں اپنے علمی فیضان کے جوہر لٹاتے رہے اور تشنگان علوم نبویہ کی تشنگی بجھا کر ہزاروں کی تعداد میں علما کا گروہ پیدا کیا جو آج بھی اکناف عالم میں اعلائے کلمۂ حق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ درس وتدریس میں گوناگوں مصروفیات کے باوجود گاہے بہ گاہے مختلف موضوعات پر آپ کی قلمی نگارشات معرض وجود میں آئیں۔ جس موجوع پر آپ نے قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔ ذیل کی سطور میں ہم حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کی تصانیف اور مقالات ومضامین کی فہرست پیش کرتے ہیں۔

تصانیف: (۱) معارف التنزیل شرح مدارک التنزیل (اردو زبان میں مدارک التنزیل کی پہلی شرح) صفحات ۱۷۲۔ (۲) مسائل سود (صفحات ۱۹۴) (۳) سفرنامۂ حجاز (صفحات تقریباً ۲۰۰) اس کی دس قسطیں ماہنامہ پیام حرم (اکتوبر ۲۰۱۰ء تا جولائی ۲۰۱۱ء) میں شائع ہو چکی ہیں۔ (۴) انوار نبوت (درس حدیث پر مشتمل یہ کتاب ماہنامہ اشرفیہ (نومبر ۱۹۸۴ء تا اپریل ۱۹۸۵ء اور ستمبر ۱۹۸۵ء) میں چھ قسطوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ کے صفحات کے سائز سے اس کے صفحات کی تعداد ۳۶ ہے

مقالات ومضامین: (۱) اسلام میں عقل انسانی کا احترام۔ (بہت پہلے متعدد ماہناموں میں شائع ہوا۔ راوی: سراج

الفقہاء)
(۲) خواطر قلبی کے احکام۔(ماہنامہ اشرفیہ: اکتوبر۱۹۷۶ء۔ص۵)
(۳) آہ! حافظ ملت علیہ الرحمہ(ماہنانہ اشرفیہ: اگست ۱۹۷۶ء۔ص۴)
(۴) تشریح حدیث واللہ ما ادری وانا رسول اللہ مایفعل بی (ماہنامہ اشرفیہ: اپریل۔۱۹۷۷ء۔ص۱۲)
(۵) کیا بندوں کا حق خدائے تعالیٰ پر ہے۔(ماہنامہ: اشرفیہ اکتوبر، نومبر،۱۹۸۰ء۔ص۳)
(۶) مرشد کامل کی عظیم شخصیت۔(ماہنامہ اشرفیہ: اپریل۱۹۸۱ء وحافظ ملت نمبر۔ص۴)
(۷) مسئلۂ کفایت کی واضح تصویر۔(ماہنامہ اشرفیہ: فروری۱۹۸۲ء۔ ص۹)
(۸) عالم خواب کی تفصیل۔(ماہنامہ اشرفیہ: مارچ۱۹۸۴ء۔ص۸)
(۹) جسمانی معراج کا شرعی ثبوت۔(ماہنامہ اشرفیہ: اپریل۱۹۸۴ء۔ ص۸)
(۱۰) قرآن کریم کی حیرت انگیز تاثیر کے تاریخی شواہد۔(ماہنامہ اشرفیہ: فروری۱۹۸۴ء۔ص۱۰)
(۱۱) امام احمد رضا اور تعزیہ داری (اداریہ)۔(ماہنامہ اشرفیہ: اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ص۴)
(۱۲) روزے کے فضائل ومسائل۔(ماہنامہ اشرفیہ: مئی، جون، ۱۹۸۵ء۔ص۵)
(۱۳) سید حامد صاحب وائس چانسلر اے ایم یو کی جامعہ اشرفیہ میں تشریف آوری۔(ماہنامہ اشرفیہ: مارچ اپریل۱۰۹۵ء۔ص۱۲)
(۱۴) آہ! مولانا فاروق احمد صاحب۔(ماہنامہ اشرفیہ: جولائی، اگست،۱۹۸۵ء۔ص۲)
(۱۵) نفقۂ مطلقہ کے متعلق شرعی حکم۔(ماہنامہ اشرفیہ: جنوری۱۹۸۶ء، ص۱۴)
(۱۶) کسب حلال کے فضائل۔(ماہنامہ اشرفیہ: فروری۱۹۸۶ء ص۲)
(۱۷) آہ! قاضی شریعت (قاضی شریعت اسلام کے بےلوث خادم) ۔(ماہنامہ اشرفیہ، اپریل،۱۹۹۱ء ص۲)
(۱۸) الحاج سردار عبدالرشید مبارکپوری۔(ماہنامہ اشرفیہ: جنوری ۱۹۹۶ء۔ص۲)
(۱۹) حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ (دوقسط)۔(ماہنامہ اشرفیہ: ستمبر، اکتوبر،۲۰۰۱ء۔ص۱۳)
(۲۰) سید کمیل اشرف مصباحی۔(ماہنامہ اشرفیہ: نومبر۲۰۰۰ء۔ص۵)
(۲۱) علامہ شاہ احمد نورانی دیانت وسیاست کے پیکر جمیل۔(دعوت نمبر وماہنامہ پیام حرم: ستمبر، اکتوبر،۲۰۰۹ء۔ص۹)
(۲۲) انٹرویو حضرت شیخ القرآن (تین قسط)۔(ماہنامہ پیام حرم: جون تا اکتوبر۲۰۰۹ء۔ص۱۶)
(۲۳) حضرت مبلغ اسلام اور ان کے تبلیغی کارنامے۔(ماہنامہ پیام حرم: نومبر۲۰۱۰ء۔ص۱۰)
(۲۴) اخوت اسلامی کا احترام۔(ماہنامہ پیام حرم: مئی۲۰۱۱ء۔ص۵)
(۲۵) قاری طیب کے تسامحات (کئی قسطیں)
(۲۶) حافظ ملت قدس سرہ کا نظریۂ تعلیم
(۲۷) بحرالعلوم کی بارگاہ میں خراج عقیدت

ان مقالات کے علاوہ حضرت نے درج ذیل کتابوں پر تأثرات بھی تحریر فرمائے ہیں۔
(۲۸) مشینی ذبیحہ (سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین) عنوان: تاثر۔ص۸
(۲۹) ذوالفقار حیدری (ابوظفر مولانا محبوب علی خاں لکھنوی) عنوان: پیش لفظ۔ص۲
(۳۰) معارف حدیث (مضامین حضرت مولانا محمد ایوب صاحب)۔ عنوان: تاثر۔ص۱
(۳۱) مبلغ اسلام مختصر حالات اور دینی وعلمی وسیاسی کارنامے۔(مولانا محمد ایوب صاحب)۔عنوان: تاثر۔ص۱
(۳۲) فقہی سمینار نمبر (مجلس شرعی کا گیارہواں فقہی سمینار)۔عنوان: تاثر۔ص۱
(۳۳) فقہی سمینار نمبر (مجلس شرعی کا پندرہواں فقہی سمینار)۔عنوان: تاثر۔ص۱
(۳۴) لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم (سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین) عنوان: تاثر۔ص۸

حج وزیارت: آپ کی علمی وتحقیقی وتدریسی خدمات سے متاثر ہوکر ادارۂ علیمیہ کے خازن جناب سیٹھ غلام مصطفیٰ صاحب رضوی نے اپنے ذاتی صرفے سے حضرت شیخ القرآن کے لیے زیارت حرمین

شریفین کا انتظام کیا اور ۱۹۸۹ میں حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کی علمی وادبی وتاریخی حیثیت کی حامل کتاب سفر نامۂ حجاز میں اس سفر حج وزیارت کا مکمل تذکرہ ہے۔

رسائل ومجلّات کی ادارت ونگرانی: آپ نے ایک عرصے تک قاضی شریعت علامہ شفیع صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کی رفاقت میں ماہنامہ اشرفیہ کی نگرانی فرمائی ہے اورفروری ۱۹۸۴ء تا جون ۱۹۸۶ء مذکورہ ماہنامے کی مجلسِ ادارت کے رکن رہے۔ مارچ ۲۰۰۶ء میں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی کا علمی ودینی ترجمان ماہنامہ اہل سنت جاری ہوا۔ چار پانچ شماروں کے بعد یہ ماہنامہ پیام حرم کے نام سے نکلنے لگا۔ حضرت شیخ القرآن تقریباً ڈھائی سال تک اس کی مجلس مشاورت کے رکن رہے۔ پھر اکتوبر ۲۰۰۸ء میں چمن علیمی میں ورودِ مسعود کے بعد جملہ شعبہ جات کی طرح ماہنامہ پیامِ حرم کی بھی نگرانی فرمائی۔

تلامذہ: ۵۳؍سالہ دورِ تدریس میں آپ کے فیض یافتہ اور پروردہ تلامذہ کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ آپ کے تلامذہ میں فقیہ، محقق، مصنف، ادیب، مناظر، مؤرخ، شارح ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ چند ارشد تلامذہ کی فہرست ذیل کے سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستی ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ سوشل سائنسیز جامعہ ہمدرد دہلی، مولانا قمر عالم اشرفی شیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی، مولانا معین الحق علیمی ناظم اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ، مولانا حفیظ اللہ نعیمی، شیر نیپال مفتی جیش محمد صاحب جنگ بوردھام، مفتی حبیب اللہ نعیمی، مولانا مسیح احمد صدر مدرس مدرسہ انوار القرآن بلرام پور، مولانا ممتاز احمد صاحب صدر مدرس جامعہ شمس العلوم گھوسی ضلع مئو، مولانا فروغ احمد اعظمی صدر مدرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، مولانا نظام الدین صاحب استاد دارالعلوم علیمیہ وغیرہ

علالت وبیماری: حضرت شیخ القرآن قدس سرہ نے ایک طویل زندگی علالت وبیماری میں گزاری اور بیماری ہی میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ذیل کی سطور سے آپ کے مسلسل بیمار رہنے کا پتا چلتا ہے۔

حضرت شیخ القرآن اپنی اہم کتاب مسائل سود کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔ ''میں سخت بیمار وعلیل تھا دل ودماغ بہت متأثر تھے محبّ مکرم مولانا معین الحق صاحب علیمی کی طلب پر علاج کے لیے ۱۹؍ جولائی ۱۹۹۱ء کو بمبئی پہنچا اور یہی ''سفر علاج'' خدائے قدوس کی کرم فرمائی کا سبب بن گیا''۔

اس کے بعد عروس البلاد ممبئی میں متعدد بار علاج کی غرض سے آنا جانا ہوا بلکہ پوری زندگی آنا جانا لگا رہا۔ تقریباً ڈیڑھ سال قبل حضرت شیخ القرآن سخت علیل ہوگئے اور ممبئی کے مشہور اسپتال میں ایک ماہ سے زاید ایڈمٹ رہے۔ حضرت کی شفایابی کے لیے اخبارات کے ذریعے دعائے صحت کی اپیل کی گئی۔ ماہنامہ پیام حرم شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۹ء کے صفحہ ۴۴ پر آپ کی علالت کے متعلق یہ رپورٹ شائع ہوئی۔

''دارالعلوم علیمیہ کے شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خان عزیزی تقریباً ایک ماہ سے سخت علیل اور آکسیجن پر ہیں، اسماعیلیہ اسپتال ممبئی میں علاج ہورہا ہے۔ دارالعلوم علیمیہ میں حضرت کی شفایابی کے لیے آیت کریمہ کا ختم ہوا اور اجتماعی دعا کی گئی''۔

بیس سال مسلسل بیماری میں حضرت شیخ القرآن نے نہ جانے کتنی تکلیفیں اٹھائی ہوں گی اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔

وفات حسرت آیات: ۵؍ جولائی ۲۰۱۱ء کو حالت خراب ہوجانے کے سبب آپ کو لکھنؤ ہاسپٹل ڈالی گنج لے جایا گیا اور بارہویں روز ۱۴؍ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۷؍ جولائی ۲۰۱۱ء بروز اتوار تقریباً ایک بجے حرکت قلب بند ہوجانے کے سبب ۷۶؍ برس کی عمر میں مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے جسد خاکی کو لکھنؤ سے آپ کے آبائی وطن قریہ ناؤڈیہہ لایا گیا۔ دیدار کرانے کے بعد دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی میں ۱۸؍ جولائی ۲۰۱۱ء کو ۲؍ بجے تجہیز وتکفین ہوئی۔ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازے میں ہزاروں کی تعداد میں عوام وخواص علما وتلامذہ شریک ہوئے۔ جن مدارس کے علما نے جنازے میں شرکت کی۔ ان مدارس کے نام یہ ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ، دارالعلوم اہل سنت ارشد العلوم اوجھا گنج، دارالعلوم فضل رحمانیہ بچپڑوا بلرام پور، جامعہ فضل العلوم گونڈہ، دارالعلوم اہل سنت نور الحق چرہ محمد پور، دارالعلوم حنفیہ لکھنؤ، دارالعلوم انوار ملت چھتر پارہ بلرام پور، دارالعلوم انوار العلوم تلسی پور، مدرسۃ الامام ابی حنفیۃ سیتا مڑھی، دارالعلوم سراج العلوم برگدھی، دارالعلوم معراج العلوم دھرم سنگھا سنت کبیر نگر، دارالعلوم اہل سنت غریب نواز بیدولہ وغیرہ۔

(بقیہ ص۔۔ ۲۱؍ پر)

(چوتھی قسط)

کنز الایمان اور امام احمد رضا

از: مولانا محمد ادریس رضوی

سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم تفسیر'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ چھ(۶) سے زیادہ کتابیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم حدیث'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ گیارہ(۱۱)(۳۵) نئی تحقیق کے مطابق چھتیس (۳۶) کتابیں ہیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم اصول فقہ'' میں کل کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ نو(۹) کتابیں ہیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم فقہ'' میں کل کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ ایک سو پچاس(۱۵۰)۔ نئی تحقیق کے مطابق دوسواسّی(۲۸۰)
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم فرائض'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ چار(۴) کتابیں ہیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم الادب عربی'' میں کتنی تصانیف ہیں؟
جواب۔ چھ(۶) کتابیں ہیں۔
سوال: احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم لغت'' میں کتنی تصانیف ہیں؟
جواب۔ دو(۲) کتابیں ہیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم سیر'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ تین(۳)(۴۳) نئی تحقیق کی روشنی میں چھ(۶) کتابیں ہیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم فضائل'' میں کُل کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ تیس(۳۰) کتابیں
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم مناقب'' میں کل کتنی تصانیف ہیں؟
جواب۔ اٹھارہ(۱۸) کتابیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم سلوک'' میں کل کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ دو یا چار کتابیں
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم اخلاق'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ دو یا تین کتابیں ہیں؟
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''علم تصوف'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ تین کتابیں ہیں۔ نئی تحقیق سے تیرہ
سوال: ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی تحقیق کے مطابق امام احمد رضا کتنے علوم پر عبور رکھتے تھے؟
جواب۔ ۷۰؍ یا ۷۱؍ علوم پر۔
سوال: جناب سید ریاست علی قادری نے امام احمد رضا کے علوم کی تعداد کتنی بتائی ہیں؟
جواب۔ ۱۰۵؍ علوم
سوال: مولانا عبدالستار ہمدانی کی تحقیق سے امام احمد رضا کے کتنے علوم ثابت ہوتے ہیں؟
جواب۔ ۱۱۴؍ علوم
سوال: مولانا اسحاق رضوی مصباحی کی تحقیق امام احمد رضا کے علوم کی تعداد کتنی بتاتی ہے؟
جواب۔ ۲۰۰؍ سے زیادہ۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''عقائد وکلام'' میں کتنی کتابیں ہیں؟
جواب۔ ۵۴ کتابیں۔
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''فقہ، اصول فقہ، لغت، فقہ، فرائض میں کتنی تصنیفات ہیں؟
جواب۔ دوسو چودہ
سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''تنقیدات'' میں کتنی کتابیں ہیں؟

جواب۔چالیس

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''تصوّف،اذکار،اوفاق،تعبیراوراخلاق''میں کتنی تالیفات ہیں؟

جواب۔انیس

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''تاریخ،سیر،مناقب،فضائل،ادب،نحو،لغت،عروض''میں کتنی کتابیں ہیں؟

جواب۔پچپن

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''جفروتکسیر''میں کتنی تصنیفات ہیں؟

جواب۔گیارہ تصنیفات۔

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''جبرومقابلہ''میں کتنی تالیفات ہیں؟

جواب۔چار

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''مثلث،ارثماطیقی،لوگارثم''میں کتنی کتابیں؟

جواب۔آٹھ

سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''توقیت،نجوم،حساب''میں کتنی کتابیں ہیں؟

جواب۔بائیس

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''ہیئت،ہندسہ،ریاضی''میں کتنی تالیفات ہیں؟

جواب۔اکتیس

سوال:امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ''منطق وفلسفہ''میں کتنی کتابیں ہیں؟

جواب۔چھ

سوال:مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنی فہرست میں امام احمد رضا کی کتنی کتابوں کے نام درج کیے ہیں؟

جواب۔۹۵۰رکتابوں کے

سوال:امام احمد رضا سے پہلے عہد اکبری کے اس عالم کا نام بتایئے جو چونسٹھ علوم پر عبور رکھتے تھے؟

جواب۔شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی

سوال:حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو کتنے علوم میں مہارت حاصل تھی؟

جواب۔ایک سو پچاس(۱۵۰)علوم میں۔

سوال:علامہ عبدالعزیز پرہاروی کو کتنے علوم پر تبحر حاصل تھا؟

جواب۔دوسوستّر(۲۷۰)علوم پر۔

سوال:حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کتنے علوم جانتے تھے؟

جواب۔ایک سواٹھاسی(۱۸۸)علوم(۸۰)

سوال:امام احمد رضا ''فنِ تکسیر''میں نقش مربع کتنے طریقے سے بھرتے تھے؟

جواب۔دوہزارتین سوطریقے سے۔

سوال:امام احمد رضا کے شاگرد مولانا ظفرالدین بہاری ''فنِ تکسیر''میں نقشِ مربع کتنے طریقے سے بھرتے تھے؟

جواب۔گیارہ سوباون طریقے سے۔

سوال:کل ہند جماعت رضائے مصطفے کے بانی وسرپرست کا نام بتایئے؟

جواب۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

سوال:کل ہند جماعت رضائے مصطفے کی بنا کس سن ہجری میں پڑی؟

جواب۔۱۳۳۹ھ میں

سوال:کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ نے اپنی ترجمانی کے لیے جو ماہنامہ جاری کیا تھا اس کا نام بتایئے؟

جواب۔ماہنامہ''یادگاررضا''،بریلی

سوال:امام احمد رضا کی تحریر سے متعلق مولانا حسنین رضا خاں نے حساب لگایا تو ایک دن میں کتنے صفحات کا حساب آیا؟

جواب۔چھپّن صفحات کا

سوال:امام احمد رضا کی کتابوں کے کُل صفحات کتنے ہیں؟مفتی محمد شریف الحق امجدی کی تحقیق کی روشنی میں بتایئے؟

جواب۔ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ۔

سوال:امام احمد رضا کی کتابوں کے صفحات دوسرے محققین نے کتنے بتائے ہیں؟

جواب۔سولہ لاکھ تک۔

سوال:کنزالایمان کس سن ہجری میں ترجمہ ہوا؟

جواب۔۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں

سوال:کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن،سب سے پہلے کس سن عیسوی میں شائع ہوا؟

جواب۔۱۳۳۰ھ میں۔
سوال: کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن،کوتاج کمپنی نے تحریف کرکے کس نام سے شائع کیا تھا؟
جواب۔''رفیع الشان ترجمہ قرآن عظیم'' کے نام سے۔(۱۵۷)
سوال: کنزالایمان کواردو سے انگریزی زبان میں منتقل کرنے والے دانشور کا نام بتایئے؟
جواب۔پروفیسر شاہ فریدالحق صاحب
سوال: کنزالایمان کو انگریزی میں منتقل کرنے والے ایک اور مُترجم ہیں ان کا نام بتایئے؟
جواب۔پروفیسر ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی صاحب
سوال: فاطمی صاحب نے کس سن میں کنزالایمان کوانگریزی میں منتقل کیا؟
جواب۔۱۹۷۴ء میں
سوال: کنزالایمان کو بنگلہ زبان میں منتقل کرنے والے عالم دین کا نام بتایئے؟
جواب۔مولانا الحاج محمد عبدالمنّان صاحب
سوال: کنزالایمان کو سندھی زبان میں ترجمہ کرنے والے پاکستان (لاڑکانہ) کے عالم کا نام لکھئے؟
جواب۔مولانا محمّد عزیزاللہ صاحب۔
سوال: کنزالایمان کوسندھی زبان میں منتقل کرنے والے پاکستان کے ایک اور عالم ہیں ان کا نام بتایئے؟
جواب۔مفتی محمّد رحیم سکندری صاحب۔
سوال: کنزالایمان کو ہندی زبان میں منتقل کرنے والے مفتی صاحب کا نام بتایئے؟
جواب۔مفتی عبدالقادر صاحب
سوال: کنزالایمان اور خزائن العرفان کو ہندی میں منتقل کرنے والے ایک اور مُترجم ہیں ان کا نام تحریر کیجئے؟
جواب۔سیّد شاہ آلِ رسول حسنین میاں نظمی قادری برکاتی مارہروی
سوال: کنزالایمان کا ڈچ میں ترجمہ کرنے والے مولانا صاحب کا نام بتایئے؟
جواب۔مولانا غلام رسول الہ دین۔
سوال: کنزالایمان کا ترکی زبان میں ترجمہ شائع ہوا ہے؟
جواب۔جی ہاں''ڈچ'' زبان کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے
سوال: کنزالایمان کو''چترالی'' زبان میں منتقل کرنے والے مترجم کا نام بتایئے؟
جواب۔علامہ پیر محمد چشتی،مہتمم جامعہ غوثیہ، یکہ توت، پشاور
سوال: کنزالایمان کا ترجمہ ''ترکی'' زبان میں کرنے والے مولانا صاحب کا نام لکھئے؟
جواب۔مولانا اسماعیل حقی مربی
سوال: حضرت مولانا مفتی حشمت علی خان صاحب کی تین پارے کی تفسیر کا نام کیا ہے؟
جواب۔**جواھر الایقان فی توضیح کنزالایمان۔**
سوال: حضرت مولانا مفتی حشمت علی خانصاحب کی ایک دوسری تفسیر بھی ہے اس تفسیر کا نام بتایئے؟
جواب۔**امدادالادیان فی تفسیر القرآن،علی کنزالایمان**
سوال: ملیالم زبان میں''حدائقِ بخشش''اور حسام الحرمین'' کا ترجمہ کرنے والے شخص کا نام بتایئے؟
جواب۔مولانا شاہ الحمید بقاوی (کیرالا)
سوال: ملفوظات اعلیٰ حضرت کا انگریزی میں ترجمہ کس نے کیا؟
جواب۔انگریزی ادب کے پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیوکاسل یونیورسٹی، نیوکاسل، انگلستان) نے
سوال: بریلی سے ماہنامہ سنّی دنیا کس نے کس سن میں جاری کیا؟
جواب۔حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری نے ۱۹۸۲ء میں جاری کیا
سوال: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کس سن عیسوی میں وجود میں آیا؟
جواب۔۱۹۸۱ء میں
سوال: امام احمد رضا کو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے کون یاد فرماتے تھے؟
جواب۔حضرت مولانا وصی احمد محدّث سورتی۔
سوال: امام احمد رضا نے اپنے قلم سے اپنے وصال کی تاریخ قرآن پاک کی کس آیت سے نکالی؟
جواب۔وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَاب'' سے (۱۳۴۰ھ)

﴿......﴾
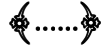
آزمائش ضروری ہے

حساس دلوں میں طوفان برپا کردینے والی ابن جوزی کی ایک منتخب تحریر

پیش کش: صادق رضا مصباحی

دعا قبول نہ ہونے میں بھی حکمت ہے

دُنیا میں اس سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے اپنی تمام ضروریات پوری کرانا چاہے۔ بھلا بتاؤ پھر آزمائش کیا ہوئی؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا (کہ تمام خواہشات پوری ہوتی جائیں) مرادوں کا الٹنا، سوال کے جواب میں تاخیر ہونا اور چند دن دشمنوں کی تسلی ہونا تو ضروری ہے۔ اب جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ سلامت رہے، دشمنوں کے خلاف اس کی مدد ہوتی رہے بغیر کسی آزمائش کے عافیت میسر رہے تو گویا اس نے تکلیف کو جانا ہی نہیں اور تسلیم کا معنی سمجھا ہی نہیں۔

غور کرو کیا رسول پاک کی بدر کے موقع پر نصرت نہیں ہوئی پھر دیکھو احد میں آپ کو کیا معاملہ پیش آیا؟ اور کیا آپ کو بیت اللہ سے روکا نہیں جاتا تھا پھر دیکھو کہ غلبے کے ساتھ لوٹائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اچھا اور خراب حال دونوں ساتھ ساتھ ہیں اچھا ہو تو شکر ضروری ہے اور خراب ہو تو سوال اور دُعا کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ پھر اگر جواب نہ ملے تو سمجھ لو کہ امتحان مقصود ہے اور وہ اپنے فیصلے پر جھکانا چاہتا ہے اور یہی وہ موقع ہے جہاں ایمان ظاہر ہوتا ہے اور تسلیم کے سلسلے میں لوگوں کے جوہر ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا اگر ظاہر اور باطن دونوں ہی اعتبار سے تسلیم کا مظاہرہ ہو تو کامل کی شان یہی ہے اور اگر باطن میں فیصلہ کرنے والے سے نہیں صرف فیصلے سے طبیعت کچھ متاثر ہو جائے (تو کوئی عیب نہیں) کیونکہ طبیعت تو تکلیف سے گھبراتی ہی ہے البتہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ معرفت میں کچھ کمی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ زبان سے بھی اعتراض کر بیٹھا تو یہ جاہلوں کا حال ہے ہم ایسے حال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

احسانات وانعامات کا وسیلہ

مجھ کو معلوم ہوا کہ کسی شخص سے ایک شخص نے کچھ سوال کیا تو اس طرح کہا کہ میں وہی ہوں جس پر آپ نے فلاں دن اتنا احسان کیا تھا۔ تو اس نے کہا خوش آمدید ایسے شخص کو جو ہمارے ہی احسان کو ہم تک پہنچنے کا وسیلہ بنائے۔ یہ کہہ کر اس کی ضرورت پوری کر دی۔ تو میں نے اس سے ایک اشارہ نکال کر مناجات شروع کی اور عرض کیا: یا الٰہی! تو نے ہی مجھ کو بچپن کے زمانے سے ہدایت دی، گمراہی سے حفاظت کی، بہت سے گناہوں سے بچایا، علم کی طلب کا الہام کیا جبکہ بچپن کی وجہ سے علم کے مرتبے کی سمجھ بھی نہیں تھی اور والد کی خواہش بھی شامل نہ تھی کیونکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ علم میں تفقہ حاصل کرنے اور تصنیف کرنے کے لیے فہم سے نوازا۔ علم کے حصول کے اسباب مہیا کیے بغیر میری محنت کے میرے رزق کا انتظام کیا۔ اس طرح کہ مخلوق سے مانگنے کی ذلت بھی نہیں اٹھانی پڑی۔ دشمنوں سے حفاظت کی لہٰذا کوئی ظالم میری طرف نہ بڑھ سکا۔ اتنے علوم میرے اندر اکٹھا کیے جو عام طور پر ایک شخص کے اندر جمع نہیں ہو پاتے جبکہ اکثر لوگوں کو یہ نعمت نہیں ملی ہے۔ پھر ان کے ساتھ مزید انعام یہ کیا کہ میرے دل کو اپنی معرفت ومحبت سے متعلق کر لیا۔ اپنی طرف رہنمائی کے لیے عمدہ اور خوبصورت تحریر کا سلیقہ عطا فرمایا اور لوگوں کے دلوں میں مقبولیت رکھ دی جس کی وجہ سے لوگ میری طرف متوجہ ہوتے ہیں، میری نصیحت کو قبول کرتے ہیں، اس میں کچھ شک نہیں کرتے، میری تقریر کے مشتاق رہتے ہیں اور اس سے اکتاتے نہیں ہیں۔ پھر تو نے مجھ کو نامناسب لوگوں کے اختلاط سے محفوظ رکھا اور خلوت کی توفیق سے نوازا اور خلوت میں بھی کبھی علم سے انس پیدا کیا اور کبھی اپنی مناجات کو انس کا سبب بنایا۔ غرض اگر میں ان انعامات واحسانات کو شمار کرنے بیٹھوں جو تو نے کیے ہیں تو دسویں کا دسواں حصہ بھی نہ شمار کر سکوں۔ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا اگر تم لوگ اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ شمار کر سکو گے۔

پس اے میری طلب سے پہلے ہی مجھ پر احسانات کرنے والے کریم! اب جب کہ میں مانگ رہا ہوں تو اپنی ذات سے وابستہ امیدوں کے متعلق مجھ کو محروم نہ کر کیونکہ میں تیرے گزشتہ انعامات ہی کو وسیلہ بنا رہا ہوں۔

مومن کے تصورات

چونکہ مومن کو آخرت کی دھن لگی رہتی ہے اس لیے دُنیا کی ہر چیز اس کو آخرت کی یاد پر ابھارتی ہے اور جس کو کوئی چیز اپنی طرف متوجہ کرلے تو سمجھ لو کہ اس کا شغل وہی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اگر چند پیشے والے کسی آباد مکان میں جاتے ہیں تو کپڑا بیچنے والا فرش اور بستر کو دیکھتا ہے اور اس کی قیمت کا اندازہ لگاتا ہے۔ بڑھئی کی نظر چھت کی کڑیوں (اور دروازے کی لکڑیوں) پر پڑتی ہے۔ معمار دیواروں کو دیکھتا ہے اور جولاہا بُنے ہوئے کپڑوں اور پردوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی مومن بھی جب تاریکی دیکھتا ہے تو اس کو قبر کی تاریکی یاد آجاتی ہے، کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو عذاب کو سوچتا ہے، اگر تیز گھبرا دینے والی آواز سنتا ہے تو نفخۂ صور کو یاد کرتا ہے۔ لوگوں کو سوتا ہوا دیکھتا ہے تو قبر کے مردے یاد آجاتے ہیں اور کوئی لذت پاتا ہے تو جنت کو یاد کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی ساری توجہ آخرت ہی کی طرف ہوتی ہے جو یہاں کی ہر نعمت سے اس کو غافل کیے ہوئے ہے۔

سب سے بڑا تصور جو اس کو حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ سوچتا ہے کہ جنت میں ہمیشہ کا قیام ہوگا۔ اس کی بقا پر فنا اور زوال نہیں آئے گا، ساری تکلیفیں دور ہو جائیں گی اور جس وقت وہ اپنے کو ان دائمی لذتوں میں جن کے لیے فنا نہیں ہے، لطف اندوز ہوتے ہوئے تصور کرتا ہے تو مستی سے پھڑک اُٹھتا ہے اور اس پر جنت کے راستے میں پیش آنے والی تکلیفیں مثلاً درد وغم، بیماری، آزمائش، رشتے داروں کی موت، اعزہ کی جدائیگی اور کڑوے گھونٹوں پر صبر وغیرہ آسان ہو جاتی ہیں کیوں کہ کعبہ شریف کے مشتاقوں پر صحرائے زرود (عرب کا ایک بڑا ریگستانی صحرا) کی ریت گوارا ہو جاتی ہے اور صحت کا خواہش منداس کی کڑواہٹ کی پروا نہیں کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ پھل کی عمدگی یہاں کے بیج کی عمدگی پر موقوف ہے۔ اس لیے عمدہ سے عمدہ بیج منتخب کرتا ہے اور زندگی کے موسم خریف میں بغیر کسی سستی کے کھیتی کر لینے کو غنیمت سمجھتا ہے۔

پھر مومن تصور کرتا ہے کہ کہیں جہنم اور سزا کا معاملہ پیش آئے ۔ یہ سوچ کر اس کی زندگی مکدر ہو جاتی ہے اور قلق بڑھ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے پاس دونوں حالتوں میں دُنیا اور سامان دُنیا سے بے رخی رہتی ہے اور اس کا دل کبھی تو شوق کے میدانوں میں دوڑتا ہے اور کبھی خوف کے صحرا میں حیران رہتا ہے۔ اس لیے وہ عمارتوں پر نگاہ نہیں رکھتا تو پھر جب موت آتی ہے تو چونکہ سلامتی کی وجہ سے مضبوط اور اپنے لیے نجات کا امیدوار ہوتا ہے اس لیے آسان ہو جاتی ہے۔ پھر جب قبر کے اندر اترے گا اور سوال کرنے والے فرشتے آئیں گے تو ایک دوسرے سے کہے گا کہ اس کو چھوڑ دو ابھی تو اس کو راحت ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسی کامل بیداری عطا فرمائے جو فضائل کے حصول کی تحریک پیدا کرے اور رذائل کو اختیار کرنے سے روکے۔ یقیناً اگر اس نے توفیق دے دی تو بیڑا پار ہے ورنہ پھر کوئی چیز نافع نہیں ہے۔

(امام ابن جوزی کی کتاب صید الخاطر سے انتخاب)

دنیا کی بے ثباتی

جس چیز کو دنیا میں سلامت سمجھا گیا ہے وہ بھوک مٹانے کی حاجت، ستر پوشی کی ضرورت اور وہ چند قطرات منی ہیں جو مباشرت کے وقت جسم سے نکلتے ہیں اور اسے ہی تو تمام لذتوں کی جڑ سمجھتا ہے۔ خدا کی قسم دنیا کے ساتھ مشغولیت بے وقوف اور نفع سے بے خبر شخص رکھتا ہے اور اس میں تصرف مخبوط الحواس اور دیوانہ کرتا ہے۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ مخلوق کے اختلاط سے تو گریز ہو اور اجانب واغیار کے ساتھ خلوت خانے میں نشست ہو، عمر رفتہ کی فریاد کرے اور عشق کہنہ کو جدید اور نیا سمجھے، حدوث کو دیکھ کر ازل الآزال کا مطالعہ کرنے لگے اور ممارست فنا سے ابدالآباد کا منظر کھینچنے لگے حتیٰ کہ وہاں پہنچ جائے جہاں لذت در لذت اور کمال در کمال ہے۔ وہاں وہ آب زلال ہے کہ جتنا سیراب ہوگے اتنی ہی خوش گواری ہوگی اور رزق ہے کہ جتنی سیری حاصل کروگے اتنی ہی لذت پاؤ گے۔ اس کی سیرابی وہ سیرابی نہیں نہ طبیعت کو ناگوار ہونے لگے اور اس کی سیری وہ سیری نہیں کہ بغیر لذت کے ذائقہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بصیرت سے غفلت کے پردے، قلوب سے قساوت کے پردے، عقل سے اسباب حیرت اور نفوس سے اسباب حسرت دور فرمائے اور تہذیب اخلاق و تکمیل اوصاف کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ سلوک طریقت آسان فرمائے اور اس مکار، دھوکے باز اور فریب زدہ دنیا سے جو بظاہر لطف ومہربانی اور بباطن عبادت جانی کرتی ہے اور صورۃً ملاپ لیکن حقیقتاً جدائی ڈالتی ہے، محفوظ رکھے۔ (''خواجہ ابو سعید ابوالخیر کا خط ابن سینا کے نام'' سے ایک اقتباس)

ماخوذ: مجلّہ الاحسان: شمارہ ۲، ص ۳۸

دعوت کی راہ میں

مصائب سے مت گھبرائیے

از: مولانا مجاہد حسین حبیبی

بزرگوں کی حیات کا ایک گوشہ جو داعیان دین کے حوصلوں کو توانائیوں سے بھر دے گا

اسلامی تاریخ کی ورق گردانی سے جہاں مختلف ادوار میں اپنی قوم اور مسلم حکمرانوں کے عروج وزوال کا حال زار معلوم ہوتا ہے وہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، ائمہ دین اور دیگر مجاہدین قوم کو دین کی خاطر جو اذیتیں سہنی پڑیں وہ بھی سامنے آتی ہیں۔ ان باتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مطلقاً مشکلات اور دشواریاں خداوند قدوس کی ناراضی کی علامت نہیں ہوتی ہیں بلکہ کبھی یہ آزمائش اور امتحان کے طور پر بھی ہوا کرتی ہیں جن سے درجات بلند ہوتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی قربت نصیب ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سطحی ذہن کے لوگ آزمائش سے گھبراتے ہیں اور اسے خدائے تعالیٰ کی ناراضی کا سبب یا برے اعمال کا نتیجہ مانتے ہیں۔ انہیں قرآن عظیم کی اس آیت مبارکہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے: کیا یہ لوگ اس وہم وگمان میں ہیں کہ محض یہ کہہ دینے پر کہ ہم ایمان والے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور انہیں ابتلا وآزمائش سے گزرنا نہیں پڑے گا۔ (آل عمران: آیت ۱۴۲/) نیز سورہ عصر پارہ ۳۰/ میں اللہ رب العزت فرما رہا ہے: قسم ہے زمانے کی لوگ ضرور گھاٹے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کاموں کو اختیار کیا اور آپس میں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کے بعد حق اور صبر کا ذکر فرمایا ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ جو حق پر عمل پیرا ہوگا اسے دشواریوں اور کٹھنائیوں کا سامنا ہوگا اس لیے حق کے بعد صبر کی تلقین فرمائی کہ اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرو۔ پھر احادیث مبارکہ میں بھی ہمیں کافی کچھ ذخیرہ اس سلسلے میں ملتا ہے کہ مصائب وآلام کا سامنا حق پرستوں کو کرنا پڑتا ہے۔ خود پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں مجھے ستایا گیا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت آزمائشوں سے انبیائے کرام کو گزرنا پڑا۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ جنہیں اپنا قرب عطا فرماتا ہے انہیں آزمائش وامتحان میں ڈال دیتا ہے جو کہ بلندیِ درجات اور قرب کا سبب ہوتا ہے نہ کہ خدا کی ناراضی کی علامت۔ ہم اپنے آقا ومولیٰ حضور تاجدار مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ کو کیسے کیسے مصائب وآلام سے گزرنا پڑا۔ کوئی آپ کو ساحر وجادوگر کہتا تو کوئی معاذ اللہ پاگل ودیوانہ خیال کرتا۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، جسد مبارک پر راکھ اڑائی گئی۔ پھندہ ڈال کر گلا گھوٹنے کی کوشش کی گئی۔ مکمل تین سالوں تک آپ کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔ قبائل قریش نے مشترکہ طور پر آپ کے قتل کی سازش کی۔ جب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین کی دعوت عام کرنے کی غرض سے طائف تشریف لے گئے تو اہل طائف نے آپ کو پتھروں سے اس قدر مارا کہ آپ پورے طور پر لہولہان ہو گئے پھر اہل مکہ نے آپ کو اتنی اذیتیں دیں کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ اسی پر کفار مکہ نے بس نہ کیا بلکہ مدینہ شریف پر یلغار کر دی اور اسلام وکفر کے مابین ہونے والی دوسری جنگ میں حضور کو زخمی کر دیا اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی دندان مبارک بھی شہید ہو گئے۔ خیبر میں ایک یہودن نے دعوت کے بہانے آپ کو زہر آلود کھانا دیا جس کا اثر اگر چہ اس وقت ظاہر نہ ہوا تاہم وصال فرمانے سے پیشتر زہر نے اپنا اثر دکھایا اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا جگر مبارک پاش پاش ہو گیا۔ یہ ان مصائب وآلام کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جن کا سامنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے لیے کرنا پڑا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نگاہ میں سب سے عظمت والی ذات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ ان کی بھی آزمائش وامتحان کی ہلکی سی جھلک دیکھتے چلیں۔ جب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے اور نغمۂ قرآن کے شیدا ہوئے تو قرآن پڑھنا اپنا معمول بنالیا چنانچہ ایک روز آپ بلند آواز سے تلاوت فرمارہے تھے کہ کفار ومشرکین ہر چہار جانب سے ٹوٹ پڑے اور آپ کو اس قدر مارا کہ جسم لہولہان ہو گیا، چہرہ پورے طور پر بگڑ گیا اور آپ کی شناخت مشکل ہوگئی۔ زخموں کی تاب نہ لاکر آپ بے ہوش ہوگئے مکمل ایک دن آپ پر بیہوشی کی کیفیت طاری رہی۔ اللہ اللہ راہ خدا کی آزمائشیں ایسی ہوا کرتی ہیں۔

اسی طرح خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایمان لائے تو آپ کے گھر والوں نے آپ کو بڑی اذیتیں دیں یہاں تک کہ آپ حبشہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ پھر جب حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ شریف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا تو آپ مدینہ شریف ہجرت فرما گئے۔ مدینہ شریف میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ نے کاروبار کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کاروبار میں کافی برکتیں دیں آپ نے بھی اپنے مال سے اسلام کی خوب خدمت کی۔ چونکہ مدینہ شریف میں پانی کی بڑی قلت تھی اور پانی کا کنواں کسی یہودی کا تھا جس سے لوگ اپنی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ ایک روز پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے خطاب فرمایا کہ کون ہے جو اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردے اس موقع پر حضرت عثمان غنی نے آگے بڑھ کر حضور کے حکم کی تعمیل کی اور کنواں خرید کر اسے مسلمانوں کے لیے وقف کردیا اس پر حضور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔ جنگ تبوک کے موقع پر اسلامی فوج میں سواری کے جانوروں اور ہتھیاروں کی بڑی کمی تھی اس موقع پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سینکڑوں اونٹ اور ایک خطیر رقم حضور کی بارگاہ میں پیش کی کہ **یارسول اللہ!** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے مسلمانوں میں تقسیم کردیں تاکہ وہ جنگ میں بغیر سواری اور ہتھیار کے نہ رہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ شریف میں قحط پڑا تو آپ نے اہل مدینہ کی امداد میں خطیر رقم صرف کی اور اتنا غلہ تقسیم کیا کہ لوگ سیراب ہوگئے۔ ان کے علاوہ بھی کئی ایک احسانات قوم پر کیے جس کی غرض صرف اور صرف رضائے الٰہی تھی لیکن جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ پر ایسا وقت بھی آیا کہ بلوائیوں نے آپ کو نرغے میں لے لیا اور چاہا کہ آپ کو بالجبر خلافت سے برطرف کردیں لیکن آپ اس امر پر سختی سے ڈٹے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اعزاز مجھے دیا ہے میں اسے جیتے جی ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ نتیجۃً بلوائیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور ایک ماہ سے زائد عرصہ محاصرہ رکھا اس مدت میں باہر سے کوئی بھی چیز کھانے پینے کی آپ تک نہ پہنچ سکی اور مسلسل فاقہ سے رہنا پڑا پھر کچھ شرپسند مکان میں گھس آئے عین اس وقت جب کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے آپ کو شہید کردیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.** ذرا غور تو کیجئے کہ جس ذات نے اہل مدینہ کی سہولت کی خاطر پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔ قحط کے وقت اس وقت اناج تقسیم کیا کہ لوگ فارغ ہوگئے۔ اسی محسن وہمدرد قوم کو شہادت سے پیشتر مہینہ بھر فاقہ سے گزارنا پڑا اس سے بڑھ کر اذیت ناک بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب تخت خلافت پہ رونق افروز ہوئے تو چونکہ بلوائیوں اور خارجیوں نے پورے طور امن وامان کو غارت کردیا تھا ہر طرف بدنظمی کا ماحول بنا ہوا تھا اس لیے ماحول کو فاسد عناصر سے پاک وصاف کرنے کے لیے آپ نے خوارج سے کئی جنگیں کیں نتیجتاً وہ آپ کے کھلے دشمن بن گئے اور آپ پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا حتیٰ کہ قتل کی بھی سازش کی چنانچہ ابن ملجم خارجی جو ایک عورت کی محبت میں جس نے اپنے دین مہر کے طور پر حضرت علی کا سر مقرر کیا تھا، حضرت علی کے خون کا پیاسا بن گیا۔ ایک صبح موقع پاکر اس نے آپ پہ حملہ کیا اور بری طرح آپ کو زخمی کردیا گو کہ اس وقت آپ نے جامِ شہادت نوش نہیں فرمایا تاہم تین دنوں کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔** کیا خوارج کو معلوم نہ تھا کہ آپ کی حیثیت کیا ہے؟ یقیناً انہیں معلوم تھا کہ سرور انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو **مدینۃ العلم** فرمایا ہے اور **اسد اللہ** کا خطاب بھی عنایت فرمایا ہے مگر ان باتوں سے واقف ہونے کے باوجود بھی خارجیوں نے آپ کو شہید کیا کیوں کہ یہی ان کے مفاد کا تقاضہ تھا۔

اسی طرح حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ہوا جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے پناہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات سے کیسی محبت تھی اس کا اندازہ

اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں کو عزیز رکھ اور اے اللہ! جو انہیں عزیز رکھے انہیں بھی تو اپنا محبوب بنالے (ترمذی شریف) ایک اور حدیث شریف میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف: ص/۵۷۰) اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان دونوں جگر پاروں کی عظمت بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (مشکوٰۃ: ص/۵۷۰) مگر ان دونوں مقتدر حضرات کے ساتھ بھی قوم نے جو کیا وہ لوگوں پر اچھی طرح ظاہر ہے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ کو زہر دے کر دھوکے سے شہید کر دیا گیا اور سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے بہتر رفقا کے ساتھ تین دنوں تک بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کر دیا گیا۔ امام حسین کربلا کیوں تشریف لے گئے تھے کیوں کہ دین مٹ رہا تھا، بدعتیں رواج پا رہی تھیں، بدکاری و برائی بڑھ رہی تھی اور شراب نوشی و بے حیائی عام ہو رہی تھی۔ سیدنا امام حسین ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتے تھے لیکن یزید امام حسین کو اپنی راہ کا روڑا سمجھتا تھا اس لیے اس نے آپ کو راہ سے ہٹا دینے کی ٹھانی اسی غرض سے کربلا کا واقعہ رونما ہوا اور وہاں جو کچھ ہوا اس سے تقریباً ہر خاص وعام آگاہ ہے۔

اسی طرح فقہ حنفی کے امام حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا تبحر علمی، پرہیزگاری، خدا ترسی و نیک نفسی کی دنیا گرویدہ ہے۔ جن کا خاص مشغلہ تھا طالبان علوم کو سیراب کرنا نت نئے ابھرتے ہوئے مسائل کی تہہ تک جا کر ان کا حل تلاش کرنا۔ تعلیم وتعلم کے علاوہ شب بیدار رہ کر آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ کوفہ کے ایک بڑے تاجر بھی تھے اور اپنی آمدنی کا بڑا حصہ غربا و مساکین کی امداد پر صرف فرماتے تھے مگر حاسدوں کی نظر بد سے آپ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ حاسدوں نے خلیفہ کے کان بھر دیے تو خلیفہ نے آپ کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا اور باوجود اس کے کہ آپ ضعیفی کے مرحلے سے گزر رہے تھے اس نے جلاد کو حکم دیا کہ روزانہ دس کوڑے آپ کو مارے جائیں اسی پہ بس نہ کیا بلکہ زہر دے کر آپ کو شہید کروادیا۔

اسی طرح بخاری شریف کے مصنف حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہم زمانہ علما کے حسد کا شکار ہو کر متعدد مقامات سے جلاوطن ہونا پڑا اور جلاوطنی ہی کی حالت میں آپ نے وصال فرمایا۔

یہ ہمارے بزرگوں کی زندگی اور انہیں درپیش ہونے والے مصائب وآلام کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جنہیں دنیا والے قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور مانتے ہیں گویا کہ یہ واقعات وحکایات ہمیں یہ پیغام دے رہے ہیں۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا
(علامہ اقبال)

﴿.....﴾

امیر سنی دعوت اسلامی کے لیے مسرت وشادمانی

اولاد اللہ رب العزت کی بڑی عظیم نعمت ہے اس کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جن کے یہاں بہت تمناؤں کے بعد بچہ یا بچی پیدا ہوتی ہو۔ ۲۸/ ستمبر بروز بدھ صبح چھ بجے حضرت امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری رضوی کے صاحب زادے محترم ڈاکٹر محمد سفیان کے یہاں لڑکا تولد ہوا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے فضل وکرم سے زچہ اور بچہ دونوں بخیر و عافیت ہیں۔ ساتویں روز عقیقہ کیا گیا اور بچے کا نام محمد سعد تجویز کیا گیا ہے۔ اس خوشی کے موقع پر ہم امیر سنی دعوت اسلامی اور محترم ڈاکٹر سفیان صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور صحت وسلامتی کے ساتھ بچے کی درازی عمر کے لیے دعا گو ہیں۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ بچے کی تابناک مستقبل کی دعا فرمائیں۔

(ادارہ ماہنامہ سنی دعوت اسلامی)

اسلام کا سرمایۂ افتخار اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

از: صبیحہ صدیقی

جب حضور سخت غم گین ہوگئے

ہجرتِ نبوی کے چار پانچ سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اندوہناک خبر سن کر سخت ملول و مخزون ہوگئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چشم ہائے مقدس سے سیلِ اشک رواں ہوگیا۔ یہ ایک خاتون کی وفات کی خبر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً میّت والے گھر تشریف لے گئے اور ابدی نیند سونے والی خاتون کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: اے میری ماں! اللہ آپ پر رحم کرے آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں آپ خود بھوکی رہتی تھیں لیکن مجھے کھلاتی تھیں آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں''۔

خوش بخت خاتون

اس کے بعد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے غمزدہ اہلِ خانہ کو اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ انہیں میری قمیص کا کفن پہناؤ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (حبِّ النبی) اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (میزبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ جنّت البقیع میں جا کر قبر کھودیں۔ جب وہ قبر کا اوپر کا حصہ کھود چکے تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نیچے اترے اور اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی اور خود ہی اس میں سے مٹی نکالی۔ جب یہ کام پورا ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لحد کے اندر لیٹ گئے اور دعا مانگی: الٰہی! میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کردے''۔

یہ دعا مانگ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر نکلے تو شدّت غم سے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ خوش بخت اور عالی مرتبہ خاتون جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا گہرا لگاؤ تھا حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا تھیں۔ جن کی ذات بابرکات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

ایک خاتون اور اتنی ساری فضیلتیں

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ کا شمار ان جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے جو امّت مسلمہ کے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہیں۔ وہ سردارِ قریش ہاشم بن عبدِ مناف کی پوتی، حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی اور بہو، حضرت ابو طالب کی زوجہ، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی اور سمدھن، حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ شہیدِ موتہ اور شیرِ خدا حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ اور خاتون جنّت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزّہرا رضی اللہ عنہا کی خوش دامن تھیں۔

حضرت عبدالمطلب کا مرکزِ انتخاب

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے والد اسد بن ہاشم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے سوتیلے بھائی تھے۔ (اسد کی والدہ کا نام قیلہ بنت عامر تھا اور حضرت عبدالمطّلب، سلمٰی بنت عمرو بن زید نجّاری کے بطن سے تھے) تاریخ میں اسد بن ہاشم کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ نے قریش کے معزّز ترین گھرانے بنو ہاشم میں ہوش کی آنکھیں کھولیں اور اسی میں پروان چڑھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف و خصائل کی مالک تھیں چنانچہ حضرت عبدالمطّلب کی نگاہ گوہر شناس نے انہیں اپنی بہو بنانے کے لیے منتخب کرلیا اور اپنے فرزند عبدمناف (ابوطالب) سے ان کا نکاح کردیا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چار فرزند اور تین بیٹیاں عطا کیں۔ لڑکوں کے نام طالب، عقیل رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ تھے اور لڑکیوں کے نام امّ ہانی رضی اللہ عنہا (اصل نام بااختلاف روایت فاختہ، ہند یا فاطمہ) جمانہ اور ربطہ تھے۔

علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے: ھـــــی اوّل

ھاشمیّہ لھاشم (یعنی یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی) کہا جاتا ہے کہ وہ شعروشاعری میں بھی درک رکھتی تھیں چنانچہ یہ شعران سے منسوب ہے جوانہوں نے اپنے فرزند عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تھا۔

انــت تــکــون ســاجــد نبیــل
اذا تھــب شــمــال بــلیــل

حضرت فاطمہ بنت اسد کا حضور سے والہانہ لگاؤ

بعثت کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو بنو ہاشم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت علی رضی اللہ عنہ تو دعوت حق پر لبیک کہنے والے اوّلین نوجوان (لڑکے) تھے۔ خود حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ بھی ابتدائے دعوت میں سعادت اندوزِ اسلام ہوگئی تھیں۔ کچھ عرصے بعد ان کے دوسرے فرزند جعفر رضی اللہ عنہ بھی پرستارانِ حق میں داخل ہو گئے۔ علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغول عبادت تھے۔ حضرت ابو طالب نے انہیں دیکھا تو حضرت جعفر سے فرمایا: بیٹے تم بھی اپنے ابن عمّ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ عبادت میں انہیں ایسا لطف آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں پناہ گزین ہونے سے پہلے ہی شرف اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ ابو طالب، حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ فی الحقیقت حضرت عبدالمطّلب کی وفات کے بعد ابو طالب اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے جس خلوص اور دل سوزی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی کی اور نہایت نامساعد حالات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت وحمایت میں جان کی بازی لگا دی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

بعثت حبشہ کے موقع پر حضرت فاطمہ بنت اسد کا صبر وتحمل

بعثت کے بعد جب اہلِ حق پر مشرکینِ قریش کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ سنہ۵ بعد بعثت اور سنہ۶ بعد بعثت میں مسلمانوں کے دو قافلے یکے بعد دیگرے ارضِ مکہ کو الوداع کہہ کر حبشہ چلے گئے۔ ان مہاجرین میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کے فرزند دلبند حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پہلی ہجرت حبشہ کے شرکا میں سے تھے لیکن موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ وہ دوسری ہجرت کے مہاجرین میں سے تھے۔ بہرصورت حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ نے بڑے صبر اور حوصلے سے اپنے فرزند اور بہو کی جدائی برداشت کی۔

شعب ابی طالب میں استقامت کا مظاہرہ

سنہ۷ نبوت میں مشرکینِ قریش نے فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطّلب محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہیں کریں گے کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھے گا۔ نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی اور نہ ان سے رشتہ ناتا کیا جائے گا۔ اس فیصلے کو معرضِ تحریر میں لا کر ہر قبیلے کے نمائندے نے دستخط کیے یا انگوٹھے لگائے اور اسے درِ کعبہ پر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب کو اس معاہدے کا علم ہوا تو وہ ہاشم اور ان کے بھائی مطّلب کی تمام اولاد واحفاد کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ صرف ابولہب اور اس کے زیر اثر چند ہاشمیوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطّلب مسلسل تین برس تک شعبِ ابی طالب میں زہرہ گداز مصائب و آلام جھیلتے رہے۔ ان محصورین میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ بھی تھیں۔ اس دور ابتلا میں انہوں نے اپنے کنبے کے ساتھ کمال درجے کی ہمّت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

سنہ۱۰ نبوّت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے وفات پائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی کی ذمے داری حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ نے اٹھالی۔ وہ اپنے فرزندوں سے بھی بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شفیق تھیں۔

جب وہ فاطمہ زہرا کی ساس بنیں

جب عام مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا تو حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئیں۔ ہجرت کے موقعے پر ان کے لختِ جگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے بستر پر سلا کر

سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے۔ ہجرت نبوی کے دو یا تین سال بعد حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اس موقع پر زوج بتول رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ ماجدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: فاطمہ بنت رسول اللہ آتی ہیں میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کے گھر آرام فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار ان کی شفقت، شرافت اور خصائل حمیدہ کی تحسین فرمائی۔ دُرّ منثور میں ہے: یہی فاطمہ ہیں جن کے فضائل و مآثر کتب سیر میں مذکور ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے چند سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک ہی میں وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کو شدت سے محسوس کیا، اپنی قمیص مبارک اتار کر کفن دیا اور تدفین سے پہلے قبر میں لیٹ گئے۔ لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو فرمایا: ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے مہربانی نہیں کی۔ میں نے اپنی قمیض ان کو اس لیے پہنائی کہ جنّت میں انہیں حُلّہ ملے اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ شدائدِ قبر میں آسانی ہو۔

فاطمہ بنت اسد کی ایک اور فضیلت

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو فاطمہ بنت اسد پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے فرزند عقیل رضی اللہ عنہ اور صاحبزادیوں میں امّ ہانی رضی اللہ عنہا اور جمانہ رضی اللہ عنہا کو بھی قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔ ربطہ کے حالات کا پتا نہیں چلتا۔

جس خاتون کو سیّد المرسلین فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا کفن ملا ہو اور جس کی آخری آرام گاہ سے حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مَس ہوا ہو اس کے عُلوّ مرتبت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

ایک پر جوش مبلغ

سید سلیمان ندوی

مولانا عبد العلیم صدیقی قادری میرٹھ کے ایک پر جوش مبلغ ہیں، بریلی میں عربی و مذہبی درسیات کی تکمیل کی ہے اور ایف اے تک انگریزی پڑھی ہے، خلافت کی تحریکات کے زمانہ میں ساتھ کام کرنے والوں میں تھے، پھر ان کو تبلیغ کا شوق پیدا ہوا اور اپنے لیے ہندوچین کے جزیروں اور ساحلی شہروں کا میدان پسند کیا، جو اسلامی ملکوں میں درحقیقت سب سے زیادہ قابلِ امداد اور عیسائیوں اور قادیانیوں کی زد میں ہیں، موصوف انگریزی زبان میں اچھی تقریریں کرتے ہیں اور لوگوں پر ان کا اثر ہوتا ہے، سنگاپور و جاوا سے لے کر چین و جاپان کے سواحل بلکہ افریقہ کے دور افتادہ مقامات میں ان کا سال بہ سال دورہ ہوتا رہتا ہے۔

ان کے کاموں کی روداد اخباروں میں تو پڑھتے ہی رہے، مگر ادھر ان کے چند مسلمان کیے ہوئے یورپین مسلمانوں کو دیکھا اور حیرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کس کی قسمت میں کوئی سعادت رکھتا ہے موصوف کی یہ تبلیغی کوششیں علما کے لیے قابل تقلید اور عام مسلمانوں کے شکریہ اور اعتراف کے قابل ہیں۔

اسی بات کی کہ اللہ تعالیٰ کس کی قسمت میں کوئی سعادت کس طرح غیر متوقع طور پر رکھتا ہے، دوسری مثال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک نوجوان گریجویٹ ہیں اب ان سے چند سال پہلے جب یونیورسٹی میں جانا ہوتا تھا تو ایک نوجوان مسلمان طالب علم حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری ملا کرتے تھے، جو غالباً مظفر نگر کے کسی مردم خیز گاؤں کے باشندہ تھے۔ موصوف کو تبلیغ سے بڑی دلچسپی تھی اور ان سے اکثر اسی سے متعلق باتیں ہوا کرتی تھیں۔ چند سال سے ان کا پتہ نہ تھا۔ اس ہفتہ کی ڈاک سے دفعتہً ان کا خط سنگاپور سے آیا کہ مولانا صدیق کی امداد اور ان کے کاموں کی تکمیل کے لیے سنگاپور پہنچ گئے ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں کہ ملایا، سیام، فرانسیسی، ہند چینی، فلپائن، بورنیو، جاوا اور سماترا کا دورہ کر کے تبلیغی نظام کو استوار کریں گے اور وہاں سے آگے بڑھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے جرمنی کا قصد رکھتے ہیں، ہمارے خیال میں اگر وہ اسی مقدس کام کی عظمت کے لیے پی ایچ ڈی اور ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹیوں کے مسلمان ڈاکٹروں کو مذہب کا نام اور کام اپنی شانِ ڈاکٹری سے فروتر محسوس ہوتا ہے، تو موصوف کا یہ عزم مبارک، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا یہی کام مسلمانوں کی نگاہ میں ہزار ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں سے بہتر ہے۔

سنگاپور سے اس وقت دو اسلامی پرچے انگریزی میں نکل رہے ہیں، ایک کا نام، جینوین اسلام (اصلی اسلام) اور دوسرے کا وائس آف اسلام (صدائے اسلام) ہے۔ اب انصاری صاحب نے پہلے رسالہ کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ امید ہے کہ وہ اب اسلام کی خدمت میں اور زیادہ سرگرم ثابت ہوگا۔ (معارف اعظم گڑھ، مارچ ۱۹۳۸ء)

ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرو

از: مولانا افروز قادری چریا کوٹی

دنیاے عیسائیت کے نصاب پر نظر رکھنے والوں کو پتا ہوگا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اَقوال و اَحوال کو اپنی اِبتدائی کتابوں (Elementary Books) میں کس خوبصورتی سے شامل کر کے انھیں بچوں کے ذہن وفکر کی خوراک بنا دیتے ہیں پھر وہ بچہ پوری زندگی انھیں تعلیمات کے اِردگرد گھومتا نظر آتا ہے۔ میں نے چاہا کہ بتوفیق اِلٰہی میں بھی اپنے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں کچھ اسی انداز سے واقعاتی شکل میں اپنے مسلمان بچوں کے روبرو پیش کروں شاید یہ طرز اُن کے لیے کامیاب زندگی کا پیش خیمہ ثابت ہو اور نسبت ِرسول کے گلاب عہد طفولیت ہی سے اُن کے قلب وشعور میں مہکنا شروع کر دیں۔ ماہنامہ 'سنی دعوتِ اسلامی' کی شدید خواہش پر میری مطبوعہ کتاب ''بچوں کی اَخلاقی تربیت کے لیے کہانیوں کے ساتھ چالیس حدیثیں'' کی اِشاعت کی اِجازت دی جاتی ہے۔(چریاکوٹی)

شیخ سعدی شیرازی فارسی زبان کے ایک بہت بڑے شاعر گزرے ہیں انہیں مبلغِ اخلاقیات بھی کہا جاتا ہے۔ گلستان اور بوستان ان کی دو مشہور کتابیں ہیں جن میں انہوں نے اخلاق کا پرچار کیا ہے۔ ان کے اقوالِ زریں زبان زدِ خاص وعام ہیں اور روزمرہ کی گفتگو میں استعمال ہوتے ہیں۔ بڑے بوڑھے شیخ سعدی کے پند ونصائح اپنے قصے کہانیوں میں بیان کرتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ شیخ سعدی کو حصولِ علم کی غرض سے شیراز سے بغداد کا سفر کرنا پڑا۔ اس دور میں ریل گاڑی، موٹر کاریں یا ہوائی جہاز نہیں ہوتے تھے بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے گھوڑے، اونٹ اور ہاتھی پر سوار ہو کر جانا پڑتا تھا یا جو لوگ غریب ہوتے تھے وہ پیدل ہی سفر کرتے تھے۔

شیخ سعدی کے پاس بھی سواری کے لیے کوئی جانور نہ تھا اس لیے وہ بھی پیدل ہی بغداد جا رہے تھے۔ بغداد، شیراز سے کافی فاصلے پر تھا اور سعدی شیرازی پیدل تھے۔ پیدل چلتے چلتے ان کا جوتا گھس کر ٹوٹ گیا اور ایسی حالت اختیار کر گیا کہ سعدی کے لیے اس جوتے کو پاؤں میں پہننا ممکن نہ رہا چنانچہ وہ ننگے پاؤں چلنے لگے۔ سفر ابھی بہت باقی تھا۔ ننگے پاؤں چلتے چلتے سعدی کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور پھر چلنے سے وہ چھالے پھٹنے لگے اور تکلیف بڑھنے لگی یہاں تک کہ شیخ سعدی تکلیف کی شدت سے کراہنے لگے۔ اب ان کے لیے مزید چلنا دشوار ہو گیا وہ ایک جگہ تھک کر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے گلہ کرنے لگے کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے رقم دی ہوتی تو میں یوں پیدل سفر نہ کرتا نہ ہی میرا جوتا ٹوٹتا، نہ میرے پاؤں زخمی ہوتے اور نہ مجھے یہ تکلیف برداشت کرنا پڑتی!۔

ابھی شیخ سعدی بیٹھے یہی سوچ رہے تھے کہ انہیں ایک معذور شخص دکھائی دیا جس کے دونوں پاؤں سرے سے تھے ہی نہیں اور وہ کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا پھر بھی وہ اپنے دھڑ کی مدد سے زمین پر بیٹھ کر خود کو گھسیٹ کر چل رہا تھا۔ سعدی نے جب یہ منظر دیکھا تو خدا سے معافی مانگی اور اس کا شکریہ ادا کیا کہ میرے دونوں پاؤں سلامت ہیں میں کھڑا بھی ہو سکتا ہوں اور چل بھی سکتا ہوں۔ کیا ہوا جو میرے پاس رقم نہیں، سواری کا جانور نہیں یا جوتے نہیں، ! اس خیال کے آتے ہی سعدی نے دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔

پیارے بچو! دیکھو کہ شیخ سعدی کو اپنی غلطی کا احساس کس طرح ہوا۔ اس سے پتا چلا کہ انسان کو ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اگر وقتی طور پر کوئی پریشانی یا مصیبت آجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے اس کا گلہ نہیں کرنا چاہیے اور ہمیشہ اپنے سے کم مرتبہ لوگوں پر نگاہ رکھنا چاہیے کہ اس سے انسان کے اندر نعمت کی قدر اور خالق کے شکر کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ **عزیز بچو!** دیکھو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کتنی پیاری نصیحت فرمائی ہے: انہیں دیکھا کرو جو تم سے کم تر ہیں اور انہیں نہ دیکھو جو تم سے بالاتر ہیں۔ **انظروا الی من اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم** (صحیح مسلم: ۲۱۳/۱۴، حدیث: ۵۲۶۴) **(جاری)**

افسوس کرنے سے کیا فائدہ

امریکہ کے نفسیات کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آدمی جس چیز میں سب سے زیادہ اپنا وقت برباد کرتا ہے وہ افسوس ہے۔اس کا کہنا ہے کہ بیشتر لوگ ماضی کی تلخ یادوں میں گھرے رہتے ہیں۔وہ یہ سوچ سوچ کر کڑھتے رہتے ہیں کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو میرا جو کام بگڑ گیا وہ نہ بگڑتا۔اگر میں نے یہ تدبیر کی ہوتی تو میں نقصان سے بچ جاتا۔وغیرہ

اس قسم کے احساسات میں جینا اپنے وقت اور قوتوں کو ضائع کرنا ہے۔گزرا ہوا موقع دوبارہ واپس نہیں آتا پھر اس کا افسوس کیوں کیا جائے۔مذکورہ ڈاکٹر کے الفاظ میں بہترین بات یہ ہے کہ ہر ایسے موقع پر آپ یہ کہیں کہ اگلی بار میں اس کام کو دوسرے ڈھنگ سے کروں گا Next time I'll do it differently:جب آپ ایسا کریں گے تو آپ گزرے ہوئے معاملے کو بھول جائیں گے۔آپ کی توجہ جو اس سے پہلے ماضی کی بے فائدہ یاد میں لگی ہوئی تھی وہ مستقبل کے متعلق غور وفکر اور منصوبہ بندی میں لگ جائے گی۔(ریڈرز ڈائجسٹ ستمبر (1981)

اس کا نقد فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ آپ افسوس اور کڑھن میں اپنی قوتیں ضائع کرنے سے بچ جائیں گے۔جو چیز اس سے پہلے آپ کے لیے صرف تلخ یاد بنی ہوئی تھی وہ آپ کے لیے ایک قیمتی تجربے کی حیثیت اختیار کرلے گی۔ایک ایسا تجربہ جس میں مستقبل کے لیے سبق ہے اور جس میں آئندہ کے لیے نئی روشنی بھی ہے۔افسوس یا غم بیشتر حالات میں یا ماضی کے لیے ہوتے ہیں یا مستقبل کے لیے۔آدمی یا تو کسی گزرے ہوئے نقصان کا افسوس کرتا رہتا ہے یا ایسے واقعے کا غم جس کے متعلق اسے اندیشہ ہو کہ وہ آئندہ پیش آئے گا مگر یہ دونوں ہی غیر ضروری ہیں۔جو نقصان ہو چکا وہ ہو چکا۔اب وہ دوبارہ واپس آنے والا نہیں۔پھر اس کا غم کرنے سے کیا فائدہ اور جس واقعے کا اندیشہ ہے وہ بہر حال ایک امکانی چیز ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس خطرے کا اندیشہ کرے وہ عین اس کے اندیشے کے مطابق پیش آجائے۔

مرسلہ: نور محمد امجدی، گھوسی

☆☆☆

لفظ بولتے ہیں

☆معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
☆زندگی میں قسم، قلم اور قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔
☆غلط آدمی کی غلطی کو معاف کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔
☆حوصلے آگ کو گلزار بنا دیتے ہیں۔
☆سچ کہنے والے کے چہرے پر اعتماد کی تمازت ہوتی ہے۔
☆زندگی وہ نہیں جسے لوگ سمجھتے ہیں، زندگی وہ ہے جس سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے ہم گزارتے ہیں۔
☆ایسی دولت سے کیا فائدہ جس کے خرچ کرنے کا وقت نہ ملے۔
☆مہمان جاؤ تو رتبے و رعب کا ساتھ نہ لے جاؤ۔
☆صبر بزدلی نہیں، ایک اصولی اور حوصلہ مند جذبہ ہے۔
☆جو خواہش وقت پر پوری نہیں ہوتی اپنا لطف کھو دیتی ہے۔

از: اسماعیل رضوی، گلبرگہ

☆☆☆

حضرت عمر فاروق کا انداز بندگی

عمر بن الخطاب فرماتے ہیں: جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت پڑی تو غور کرنے پر مجھے اس میں اللہ کی تین نعمتیں نظر آئیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔وہ اس سے بڑی مصیبت بھیج سکتا تھا مگر اس نے مجھ پر نرمی فرمائی۔دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دنیا کی آزمائش ڈالی اور مجھے دین میں آزمایا جانے سے بچا کر رکھا حالانکہ وہ یہ بھی کر سکتا تھا اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کے عوض قیامت کے روز مجھے نوازے گا۔

کیا ایسی بھی اعلیٰ ظرفی دیکھی؟

امام لیث بن سعد کے پاس ایک عورت آئی اور تھوڑا سا شہد مانگا۔امام نے گھر والوں کو شہد کا ایک بھرا ہوا مٹکا عورت کو دے دینے کا حکم دیا۔حکم کی تعمیل ہوئی۔امام سے کہا گیا، تھوڑا شہد دے دیا جاتا تو بھی عورت خوش ہو جاتی۔لیث بن سعد نے کہا! عورت نے اپنی ضرورت کے بقدر ہم سے طلب کیا مگر ہم اس کو اپنے ظرف کے مطابق ہی دے سکے۔

قبولیت کی علامت

امام حسن بصری فرماتے ہیں: خود کو اچھی طرح ٹٹول لو۔تین مواقع پر اپنے ذہن کی کیفیت نوٹ کر لیا کرو۔نماز پڑھنے کے

دوران، قرآن پڑھتے وقت اور اللہ کا ذکر کرتے وقت۔ ان تین مواقع پر اگر تم لطف و کیف محسوس کرو تو ٹھیک ورنہ جان لو کہ دروازہ بند ہے۔

صرف نیکی کر لینا کافی نہیں

برخوردار! نیکی کرنا کافی نہیں جب تک نیکی تمہاری پہچان نہ بن جائے۔ نیکی تمہاری پہچان ہوگی تو ایسا آدمی بھی تم سے نیک گمان اور نیک امید رکھے گا جس سے تم نے کبھی نیکی نہ کی ہو اور یہ بات اس سے کہیں بہتر ہے کہ برائی تمہاری پہچان ہو اور ایسا آدمی بھی تم سے خائف رہے، جس سے تم نے کبھی بدی نہ کی ہو۔ کیا تم نے کبھی دیکھا نہیں سانپ اور بچھو کو وہ شخص بھی مارنے کو دوڑتا ہے جسے کسی سانپ اور کسی بچھو نے کبھی نہ ڈسا ہو۔

حاسد کی مصیبت

کسی دانا سے پوچھا گیا: یہ حاسد لوگ ہمیشہ غمگین کیوں رہتے ہیں؟ دانا نے جواب دیا: اس لیے کہ ان کے جلنے کے لیے صرف اپنے مصائب کافی نہیں انہیں دوسروں کی خوشیوں پر جلنے کی مجبوری بھی لاحق رہتی ہے۔

خود کو بھول گئیں

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی ہزار درہم کا ہدیہ بھجوایا۔ ام المومنین یہ خطیر رقم ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے لگیں۔ شام کو روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو خادمہ سے کہا: افطاری کے لیے کچھ لے آؤ۔ خادمہ روٹی اور روغن زیتون اٹھا لائی اور عرض کی: آپ نے وہ ساری کی ساری رقم بانٹ دی۔ ایک درہم کا تھوڑا سا گوشت گھر کے لیے بھی خرید لیتیں ہم افطاری کر لیتے۔ اُم المومنین نے بے پروائی سے جواب دیا کہ تم یاد کرا دیتیں تو ضرور خرید لیتی مگر میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی۔

(المستجاء من فعلات الاجواد)

مرسلہ: محمد توفیق مصباحی، کھٹیمہ اترانچل

☆☆☆

خوب صورت باتیں

☆ جس نے نعمت پائی سخاوت سے پائی۔ ☆ جو شخص اللہ سے نہیں ڈرتا اس کے لیے دو جہاں میں امن نہیں۔ ☆ جب اللہ کو پہچان جاؤ گے تو دنیا خود بخود پہچان جاؤ گے۔ ☆ عمل کرو تقدیر کا بہانہ مت کرو۔ ☆ موت کو یاد کرنے سے مصیبت دور ہوتی ہے۔ ☆ غم آدھا بوڑھاپا ہے۔ ☆ دل کی صفائی صرف حلال سے ہوتی ہے۔ ☆ صرف خدا پر بھروسہ کرو لیکن اپنی کوشش اور محنت کو نہ چھوڑو۔ ☆ نہ گرنا خوبی نہیں بلکہ گر کر سنبھلنا خوبی ہے۔ ☆ مومن مصائب پر صبر کیے بغیر ایمان کی حلاوت کو پا نہیں سکتا۔

مرسلہ: سیدہ شابیہ جاوید، رائچور

☆☆☆

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اہم معلومات

☆ حضرت آدم و حوا علیہا السلام جنت میں ۱۳۰/ سال رہے۔ (تفسیر ابن کثیر: (عربی) ج/۱، ص/۱۲۶)

☆ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کا مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دس مرتبہ درود پڑھ کر ادا کیا۔ (نشر الطیب: ص/۱۱۵)

☆ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کا اسم گرامی ۲۵/ مرتبہ آیا ہے۔ (سنی کوئز: ص/۱۷)

☆ حضرت آدم علیہ السلام نے ۱۰۰/ سال تک شرم و حیا کی وجہ سے آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ (سنی کوئز: ص/۱۸)

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم سے جنتی لباس اتر جانے کے بعد انجیر کے چار پتوں سے آپ نے ستر پوشی کی۔ (معارج النبوۃ: ص/۴۴۷)

☆ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو آپ کا قد اتنا لمبا تھا کہ سر آسمان میں لگا ہوا تھا اور پیر زمین پر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کا قد چھوٹا کر دیا یہاں تک کہ ساٹھ ہاتھ رہ گیا اور آپ کی چوڑائی سات ہاتھ تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ص/۸۸)

☆ حضرت آدم علیہ السلام کوہِ سراندیپ سے پیدل چالیس مرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے گئے۔ (الکامل فی التاریخ: ص/۳۸)

☆ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے حجر اسود، جنتی درختوں کی پتیاں یا پھولوں کی پنکھڑیاں، وہ عصا جو جنت کے درخت سے تھا، بیلچے، کدال، کندریہ، السفندان (اہران)، ہتھوڑا، سنڈاسی ساتھ لائے تھے۔ (ماخوذ طبقات ابن سعد)

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے وقت آپ کی اولاد بیٹے پوتے وغیرہ کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج/۴، ص/۴۱۶)

(بقیہ ص ۱۰/ پر)

معمولات حرمین

زائرین حج کے لیے ایک عمدہ تحفہ

از: صادق رضا مصباحی

معمولات حرمین

اگر یہ بات صحیح ہے کہ بدلتے وقت نے سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو پہنچایا ہے تو اس کے ذمے دار کوئی اور نہیں خود مسلمان ہیں۔ کون کہتا ہے کہ مسلمان دنیاوی معاملات میں پیچھے ہیں اور دینی معاملات میں ٹھیک ٹھاک ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج کا مسلمان دنیاوی امور میں تو ناکارہ ہے ہی دینی امور میں بھی مسلمانوں کی اکثریت نے کوئی زیادہ ترقی نہیں کی ہے۔ اب یہی دیکھیے کہ ان کے اسلامی معمولات محض رسوم وروایات کا مجموعہ بن کر رہ گئے ہیں۔ ان کی نمازیں، حج، زکوٰۃ، روزے، جلسے، جلوس وغیرہ وغیرہ ایسی کون سی چیز باقی بچی ہے جو رسم ورواج کی گرد سے اٹی نہ ہو۔ حج کتنی عظیم عبادت ہے اس کا شعور وادراک ہر اس شخص کو ہے جو اسلامی تعلیمات سے ہلکی پھلکی بھی آشنائی رکھتا ہے مگر مجھے بتائیے کہ کیا آج حج کو حج سمجھ کر، اس کے سارے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اور اس کے سارے مفاہیم ومعانی پر عملی طور پر عمل کیا جا رہا ہے؟۔ حج کے بے شمار فضائل ہیں اس میں بے پناہ حکمتیں، برکتیں، سعادتیں اور فضیلتیں پنہا ل ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ اس کے مظاہر بظاہر ہماری آنکھوں سے روپوش ہیں؟ وجہ ظاہر ہے کہ مادیت نے ہماری عبادات اور معمولات کا مغز نکال کر نوچ کھایا ہے اور ہمارے ہاتھ میں صرف چھلکا آیا ہے گویا جسم تو باقی ہے مگر روح نکل چکی ہے۔ دین کے حوالے سے ہمارے معاصر رویوں کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے۔ کیا اس پر مہم چلانے کی ضرورت نہیں؟

سنی دعوت اسلامی اور اس کے امیر محترم مولانا محمد شاکر نوری صاحب مسلسل بیس سالوں سے یہی مہم چلا رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں حج وعمرہ کے تعلق سے ان کی ایک تازہ مطبوعہ کتاب آئی ہے جو اردو داں طبقے کے لیے نشان منزل کا کام کرے گی۔ حج وعمرہ کے فضائل ومسائل پر مشتمل چھوٹی بڑی درجنوں کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں قارئین انہیں خریدتے ہیں اور معلومات حاصل کرتے ہیں مگر میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ کتابوں کے اس اژدہام میں یہ کتاب نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے۔ یہ کتاب ادارہ معارف اسلامی ممبئی سے شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ ''معمولات حرمین'' در اصل تین کتابوں (حج کیسے کریں، حج کیوں کریں، آداب مدینہ) کے سیٹ کے مجموعے کا نام ہے۔ ایک چھوٹے سے باکس میں بند یہ خوب صورت کتابیں صوری ومعنوی دونوں جہتوں سے قاری کا دل لبھا لیتی ہیں اور زائرین حرمین شریفین کی معلومات میں بے حد اضافہ کرتی ہے۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے ان چھوٹی چھوٹی کتابوں میں اختصار مگر جامعیت کے ساتھ بہت سارا مواد قارئین تک پہنچانے کی بڑی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کتابوں کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ کتابیں پاکٹ سائز میں ہیں۔ زائرین حج اس سیٹ کو اپنی جیب میں رکھ کر جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں اور دوران حج، مقامات مقدسہ میں دعا ووظائف وغیرہ کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ کتابی سائز کی کتابوں کی بنسبت یہ کتاب زیادہ فائدہ مند ہے کہ قاری اس کو بغیر کسی پس وپیش کے جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔

آداب مدینہ ۱۵۲ صفحات کی ہے اور حج کیوں کریں ۱۴۴ صفحات کی جب کہ حج کیسے کریں ۲۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابوں کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ ان کے مندرجات کیا ہیں اس لیے زائرین حرم شریف کے لیے ان کتابوں کا رکھنا اور اس کا مطالعہ کرنا ازحد ضروری ہے۔ یہ کتابیں دوستوں اور دیگر زائرین کو تحفتاً بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔ ''معمولات حرمین'' کے علاوہ بھی مولانا موصوف نے خاص عمرہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ اسی طرح کی دو کتابیں مرتب فرمائی ہیں۔ حج وعمرہ کے احکام وفضائل پر مشتمل یہ کتابیں مستند حوالوں کی روشنی میں لکھی گئی ہیں۔ زائرین حرم اور اہل ذوق اس سے استفادہ کرنے اور اپنے دوستوں کو تحفتاً دینے کے لیے مکتبہ طیبہ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی سے 022-23451292 پر رابطہ کریں۔

دوماہی مسلک، ممبئی

دوماہی مسلک (ممبئی) کا تازہ شمارہ (مئی/اگست ۲۰۱۱ء) اپنے جلو میں عمدہ تحریریں لے کر حاضر ہوا ہے۔ سبھی تحریریں علمی، فکری اور تحقیقی

نوعیت کی ہیں ۔ مدیر محترم زبیر قادری صاحب نے اداریہ بھی اچھا لکھا ہے ۔فہرست مضامین سے اس کی معنویت کا اندازہ ہو سکے گا۔ عبس وتولیٰ کی تفسیر، عہد جدید میں مطالعۂ سیرت النبی کی اہمیت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک احمد کا ثبوت، ڈاکٹر ذاکر نائیک کا تصور خدا، اسلام اور دیگر مذاہب عالم، دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں، ابحاث ضروری (جدید) مع رسالہ شکوک۔

اس شمارے کے خاص قلم کار سید ریاض حسین شاہ، علامہ قمر الزماں اعظمی اور پروفیسر عبدالرحمٰن قادری ہیں۔ ان تینوں کی تحریریں پڑھنے کے لائق ہیں۔ ۸۰؍صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطالعے کی میز پر سجانے کے لائق ہے۔ اس رسالے کے لیے مدیر محترم زبیر قادری صاحب سے 09867934085 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

تشطیرات بخشش

مالیگاؤں (مہاراشٹر) کے محمد حسین مشاہد رضوی صاحب اب ماشاء اللہ ڈاکٹر ہو چکے ہیں ۔وہ نثر و نظم کی مختلف شاہ راہوں کے راہی ہیں اور بڑی کامیابی کے ساتھ ان کا یہ سفر جاری ہے۔ خدا کرے ان کا توشہ کبھی ختم نہ ہو اور وہ فتح پر فتح حاصل کرتے رہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی ترسیل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان کے کئی کتابچے شائع ہو چکے ہیں اور قارئین کے بڑے حلقے تک پہنچ چکے ہیں۔

اس وقت ان کی دو کتابیں پیش نظر ہیں ان میں ایک ''تشطیرات بخشش'' ہے۔ ۵۶؍صفحات کی اس کتاب میں ان کی شعری مہارت کے خوبصورت نمونے جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔ دراصل انھوں نے امام احمد رضا بریلوی، حضور مفتی اعظم اور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کے چالیس اشعار پر صنعت تشطیر کا عمل کیا ہے۔ شعری ذوق رکھنے والوں کے لیے یہ اچھی چیز ہے۔ کتاب کے اخیر میں انھوں نے ہندوستان کے معاصر اہل دانش مثلاً ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر سیفی سرونجی، بیکل اتساہی، ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط، ناوک حمزہ پوری اور سلیم شہزاد وغیرہ کے تاثرات شامل کیے ہیں۔ ان سبھی حضرات نے ان کی شعری و قلمی خدمات کو سراہا ہے اور ان کی کوششوں کو سلام پیش کیا ہے۔ جب ان جیسے حضرات ڈاکٹر صاحب کو خراج تحسین پیش کریں تو ان کی اہمیت سے کون انکاری ہوگا ۔امید کہ یہ کتاب قابل قدر مساعی کے زمرے میں رکھے جائے گی اور مقبول خاص و عام ہوگی۔

شادی کا اسلامی تصور

ڈاکٹر صاحب موصوف کی دوسری کتاب ''شادی کا اسلامی تصور'' ہے۔ ۱۶؍صفحاتی یہ کتابچہ اصلاح رسوم شادی کے لیے بہت مفید ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس میں خاصا مواد جمع کر دیا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لیے ضخیم کتابوں کی نہیں ایسے ہی چھوٹے چھوٹے رسائل کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس راز سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ یہ سعی بھی نہایت قابل قدر ہے۔ سنت نبوی کی روشنی میں شادی کیسے کریں یہ کتابچہ یہی پیغام دیتا ہے ۔ اس کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ باذوق قارئین ان دونوں کتابوں کے لیے خود مصنف سے اس نمبر 09420230235 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

سالنامہ ضیائے حبیب

جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار ضلع سنت کبیر نگر یوپی کے طلبہ کا سالانہ مجلّہ ''ضیائے حبیب'' زیر نظر ہے ۔۲۱۴؍صفحات پر مشتمل یہ مجلّہ طلبہ کی علمی، فکری اور قلمی سطح کی نمائندگی کرتا ہے ۔طلبہ نے مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کر کے دوسرے اداروں کے طلبہ کو بھی تحریک دی ہے۔ دراصل اس مجلّے میں شامل تمام مضامین ایک تحریری انعامی مقابلے کے لیے لکھے گئے تھے ان کی اصلاح کے بعد انہیں انعامات بھی دیے گئے اور پھر انہیں ایک کتابی شکل میں شائع بھی کر دیا گیا۔ مقالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ طلبہ کے اندر منجھا منجھایا قلم کار چھپا بیٹھا ہے اگر وہ مسلسل قلمی ریاضت کرتے رہے تو ان کے قلم کی دھار تیز سے تیز تر ہو سکتی ہے اور وہ بامعنی قلمی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

جامعہ برکاتیہ کا یہ نیک اور مستحسن اقدام ہے جس کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے اور اس تجربے کو وقتاً فوقتاً زیر عمل لایا جانا چاہیے۔ یہ مقالات چوں کہ طلبہ نے تحریر کیے ہیں اس لیے فکر و قلم کی پختگی موجود نہیں ہے البتہ ان کی تحریروں کی بین السطور ان کے روشن امکانات کی غمازی ضرور کرتی ہیں اس لیے ان پر تنقید کا نشتر چلانے کے بجائے ان کی عزت افزائی کی جانا چاہیے اور انہیں حوصلہ افزائی کا پھول پیش کرنا چاہیے کہ یہی نونہالان ملت ہمارے مستقبل کے معمار ہیں۔

اس مجلّے کی قیمت صرف پچاس روپے ہے اسے دار القلم، نظامی مارکیٹ لہرولی بازار پوسٹ ہٹوا ضلع سنت کبیر نگر یوپی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

دینی، دعوتی ملی اور مذہبی سرگرمیاں

از: ادارہ

علامہ فضل حق خیرآبادی کے بغیر جنگ آزادی 1857 کی تاریخ نامکمل

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے انصاری آڈیٹوریم میں منعقد ’’علامہ فضل حق خیرآبادی کنونشن‘‘ میں ارباب علم و دانش کا اظہار خیال

استاذ مطلق مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۷۹۷ء/ ۱۸۶۱ء) کی وفات کے ۲۰۱۱ء میں ۱۵۰؍سال پورے ہوگئے- اس مناسبت سے ۱۸ستمبر ۲۰۱۱ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے انصاری آڈیٹوریم میں ’’علامہ فضل حق خیرآبادی کنونشن‘‘ منعقد ہوا جس میں ملک کے ممتاز ترین علما، اہل دانش، مورخین، محققین اور صحافی شریک ہوئے- خانقاہ قادریہ بدایوں کے زیر اہتمام، ماہ نامہ جام نور دہلی اور ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے اشتراک سے منعقد ہونے والے اس کنونشن کی سرپرستی شرف ملت حضرت سید محمد اشرف مارہروی انکم ٹیکس کمشنر نئی دہلی نے کی جب کہ صدارت تاج دار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی نے فرمائی- مولانا اسید الحق قادری بدایونی اور مولانا خوشتر نورانی اس پروگرام کے کنوینرز تھے اور ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن (جے این یو) ناظم اجلاس- دن ۱:۳۰ بجے مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی کی اردو اور انگریزی ترجمے کے ساتھ تلاوت قرآن سے کنونشن کا آغاز ہوا- ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی (جوائنٹ سکریٹری البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنس علی گڑھ) نے بارگاہ رسالت میں ہدیۂ نعت پیش کیا- اس کے بعد مولانا خوشتر نورانی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں مندوبین کا استقبال کرتے ہوئے کنونشن کے موضوع کی اہمیت اور مقصدیت پر روشنی ڈالی- انہوں نے کہا کہ ’’علامہ فضل حق خیرآبادی تیرہویں صدی ہجری کی ایک عہد ساز شخصیت تھے جن کے اسلامیان ہند پر تین ایسے احسانات ہیں کہ ان کے بارے سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے- ایک تو والد ماجد مولانا فضل امام خیرآبادی کے ذریعے ’’مکتب خیرآباد‘‘ کی شکل میں جس دبستان علم و فن کی بنیاد ڈالی گئی علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس کی فیض بخشیوں کو اس طرح عام کیا کہ آج بھی مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طالبان علوم کا شجرۂ تلمذ اسی دبستان پر استوار ہے- دوسرا یہ کہ تیرہویں صدی کے ربع اول میں مذہبی معتقدات کے خلاف فکری انحرافات کی جو تحریک اٹھی تھی، متحدہ ہندوستان میں علامہ خیرآبادی وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے اس تحریک پر بندش لگانے کے لیے اپنی پوری توانائی کے ساتھ زبانی، فکری اور قلمی جہاد کیا اور ہماری مذہبی اور تہذیبی اکائی کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کی اور تیسرا انقلاب ۱۸۵۷ء میں اپنے وطن کو انگریزی استعمار سے آزاد کرانے کے لیے علامہ نے پورے جوش اور ولولے کے ساتھ علمی، فکری اور عملی طور پر حصہ لیا اور اس جرم میں جلاوطنی اور قید و بند کی ناقابل برداشت سختیاں جھیلتے ہوئے دم توڑ دیا لیکن اس کے باوجود علامہ کی خدمات سے ہمارے قومی و ملی مورخین کی مجرمانہ چشم پوشی قابل افسوس ہی نہیں قابل مذمت بھی ہے- آج کا اجلاس اسی لیے منعقد ہوا ہے تاکہ ہم اپنے مذہبی رہ نما، ملی قائد اور قومی ہیرو سے موجودہ عصر کو آگاہ کریں جو ان کی بارگاہ میں ایک خوب صورت خراج بھی ہے-‘‘

مولانا مبارک حسین (مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور) نے کہا کہ ’’علامہ فضل حق خیرآبادی نے سیاسی، تدریسی اور مسلکی ہر اعتبار سے تاریخی خدمات انجام دیں-‘‘ انہوں نے علامہ خیرآبادی کی متنوع شخصیت کی پرتیں کھولتے ہوئے بطور خاص ان کی شعری اور ادبی خدمات کو پیش کیا- اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ’’یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مرزا اسداللہ خاں غالب کو غالب بنانے میں علامہ کا اہم کردار ہے- دیوان غالب جو آج اردوئے معلیٰ کا اہم ترین ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے، معتبر ناقدین و محققین کے بقول علامہ کا ہی انتخاب اور تصحیح کردہ ہے-‘‘

ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے ڈائرکٹر اور صدر شعبۂ اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی پروفیسر اختر الواسع نے اپنے خصوصی خطاب میں کھل کر علامہ کی دینی، علمی، فکری اور مجاہدانہ خدمات کو خراج تحسین پیش کیا- انہوں نے کہا'' 1857 کی جنگ آزادی کے عظیم مرد مجاہد علامہ فضل حق خیر آبادی نے ملک وملت کے لیے جو قربانی پیش کی اسے کسی بھی قیمت پر فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے مورخین، محققین اور دانشوران قوم اپنے قومی وملی مجاہدین کی خدمات کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کریں۔'' علاوہ اس کے انہوں نے حکومت ہند سے مطالبہ بھی کیا کہ علامہ کی ۱۵۰ سالہ تاریخ وفات کی مناسبت سے کم از کم ایک عدد ڈاک ٹکٹ جاری کیا جائے اور علامہ کی جائے وفات جزیرۂ انڈمان میں ایک یادگاری عمارت تعمیر کی جائے-

مولانا یٰسین اختر مصباحی (بانی دار القلم دہلی) جو ۲۰۱۱ء کو علامہ فضل حق خیر آبادی کے سال کے بطور منانے کی فکری تحریک چلا رہے ہیں، نے کہا کہ'' دراصل ایک سازش کے تحت ہماری جدو جہد آزادی کی تاریخ کو ۱۹۴۷ء تک ہی محدود کر دیا گیا کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نوے فیصد علما نے حصہ لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ ہی دراصل آزادی کی جنگ ہے، ۱۹۴۷ء میں حاصل ہونے والی آزادی اسی جنگ کا نتیجہ تھی- علامہ نے اس جنگ آزادی کی فکری اور داخلی قیادت فرمائی-''

شاہی مسجد فتحپوری دہلی کے امام ڈاکٹر مفتی مکرم احمد نقش بندی نے کہا کہ'' ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں سے اگر علامہ فضل حق کی خدمات کو نکال دیا جائے تو جنگ آزادی کی تاریخ نامکمل رہ جائے گی، بدقسمتی سے آج اسی ڈگر پر تاریخ لکھی جارہی ہے-''

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے پرووائس چانسلر پروفیسر ایس ایم راشد بھی اس کنونشن میں شریک ہوئے۔انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ'' علامہ فضل حق خیر آبادی ہمارے لیے قومی وعلمی اثاثہ ہیں، میں حکومت سے پرزور مطالبہ کروں گا کہ علامہ کے نام پر مختلف یونیورسٹیز میں چیئرز قائم کیے جائیں اور علامہ کے نام اور کام کو عام کرنے کی سبیل نکالی جائے-''

کنونشن کے سرپرست حضرت سید محمد اشرف مارہروی نے کہا کہ'' جو قومیں اپنے ماضی کے ورثے کو بھول جاتی ہیں، زمانہ بھی انھیں فراموش کر دیتا ہے۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں کی خدمات اور پیغام کو عام کریں اور اپنے مستقبل کو تابناک بنائیں۔''

اپنے صدارتی خطاب میں خانقاہ قادریہ بدایوں کے سجادہ نشین حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری نے کہا کہ'' ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہمارے بزرگوں نے ملک وقوم کی خدمات کی روشن مثال قائم کی لہذا ہمیں آج زندہ اور آزاد قوموں کی طرح زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' اس کے ساتھ انہوں نے پروفیسر اختر الواسع اور دوسرے مقررین کی تجاویز کی تائید وتوثیق بھی فرمائی-

ان کے علاوہ ڈاکٹر غلام زرقانی (سربراہ حجاز فاونڈیشن آف امریکہ)، مولانا سید محمد علی ممشاد پاشا (صدر مرکز قادریہ حیدر آباد)، شکیل حسن شمسی (ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، دہلی)، ڈاکٹر خواجہ اکرام (ایسوسی ایٹ پروفیسر جے این یو، دہلی) اور دیگر علما اور دانشوران نے اس اجلاس کو خطاب کیا۔اختتامی تقریر کرتے ہوئے مولانا عطیف میاں قادری نے کہا کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو بہتر یہ ہے کہ جہاد آزادی کے نام سے موسوم کیا جائے اور بتایا جائے کہ جہاد کے اصل معنی وہ ہیں جو ۱۸۵۷ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے دہلی کی جامع مسجد کے ممبر سے بیان کیے تھے، آج جس طرح معصوم لوگوں کا خون بہا کر اسے جہاد کا نام دیا جارہا ہے، یہ جہاد نہیں فساد ہے-''

اس کنونشن میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور خیر آبادیات سے متعلق دو اہم علمی وتحقیقی کتابوں '' خیر آبادیات'' از: مولانا اسید الحق قادری بدایونی اور '' علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات'' از: مولانا خوشتر نورانی اور ماہنامہ جام نور دہلی کے خصوصی شمارہ '' علامہ فضل حق خیر آبادی'' کی رسم اجرا بھی عمل میں آئی۔'' خیر آبادیات'' کی رونمائی سرپرست اجلاس اور'' علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات'' کی رونمائی صدر اجلاس نے فرمائی جب کہ ماہ نامہ جام نور کی رونمائی جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پرو وائس چانسلر کے ہاتھوں عمل میں آئی- رونمائی کے حسین اور یادگاری لمحات میں شرف ملت حضرت سید محمد اشرف مارہروی نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی طرف سے مذکورہ دونوں کتابوں پر ان کے مصنفین کو مبلغ اکیس اکیس ہزار روپے بطور انعام دینے کا اعلان فرمایا، جسے مذہبی علمی دنیا میں ایک نئی طرح کہا جاسکتا ہے-

اس پروگرام میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، دہلی یونیورسٹی، جے این یو اور دوسرے تعلیمی و تجارتی اداروں کے کثیر اساتذہ، طلبہ، صحافی، علما، ائمہ اور باشعور عوام شریک ہوئے - جامعہ ملیہ کے انصاری آڈی ٹوریم کا وسیع ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، حاضرین شروع سے آخر تک گوش برآواز رہے، پروگرام نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، ناشتہ اور چائے کے بعد تمام شرکا بخوشی واپس ہوئے اور ملک کے کثیر اخبارات میں اس کی رپورٹ چھپی - اس پروگرام کو دہلی میں اہل سنت و جماعت کی سرگرمیوں میں ایک تاریخی پیش رفت کے طور پر دیکھا جا رہا ہے -

☆☆☆

جامعۃ الرضا برکات العلوم کا افتتاح نو

مدارس اسلامیہ صدیوں سے اپنے دینی و علمی کاموں میں مصروف ہیں۔ ان کا اصل مشغلہ درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور تبلیغ و ہدایت ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مدارس اسلامیہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جو بحسن خوبی خلوص کے ساتھ دین کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے جب تک مدارس اسلامیہ غزالی، رازی، سعدی اور بیضاوی اور خانقاہیں رومی، ہجویری، اجمیری، زکریا ملتانی، شیخ سرہندی رضی اللہ عنہم وعن مشائخہم وخلفائہم وامثالہم ایسی فخر روزگار ہستیاں تیار کرتی رہیں، گلشن اسلام میں فصل بہار رہی، کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے روشن ہوتے رہے، حق باطل کے قلعوں کو مسخر کرتا رہا۔ الحمد للہ! تحریک سنی دعوت اسلامی بھی چمن اسلام کی آبیاری کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اسلامی چمن کی آبیاری کے لیے باصلاحیت داعیان دین کا ہونا بے انتہا ضروری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور امیر سنی دعوت اسلامی نے ملک بھر میں ۱۱۱ / مدارس قائم کرنے کا عزم مصمم کیا ہے اور آپ کئی شہروں میں مدارس قائم بھی کر چکے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ وکرم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جامعۃ الرضا برکات العلوم کے بانیان نے شہر مالیگاؤں میں سنی دعوت اسلامی کی خدمات کو دیکھتے ہوئے جامعہ کو سنی دعوت اسلامی کے سپرد کیا۔ بانیان جامعہ کا یہ اقدام صرف لائق تحسین ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔ ۱۵ / ستمبر بروز جمعرات ۲۰۱۱ء بعد نماز عصر قرآن خوانی اور بالخصوص عطائے حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری شاکر علی نوری صاحب (امیر سنی دعوت اسلامی) کی دعاؤں سے جامعۃ الرضا برکات العلوم کا ''افتتاح نو'' عمل میں آیا۔ جس میں علمائے کرام، ائمہ عظام، عمائدین شہر، مبلغین اور عوام اہل سنت نے شرکت کی۔ اللہ پاک سنی دعوت اسلامی کو سنیت کی خدمت کے لیے مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مالیگاؤں میں تین روزہ حج تربیتی کلاس کا اہتمام

خانقاہ صوفیہ حسین سیٹھ کمپاؤنڈ ۲۰۰۳ء میں شہر مالیگاؤں میں اہل سنت کی جانب سے عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام پہلی مرتبہ پانچ روزہ حج تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا تھا۔ سنی دعوت اسلامی نے اپنی اس سالانہ روش کو برقرار رکھتے ہوئے امسال بھی مرکز اہل سنت جامع مسجد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مرکز سنی دعوت اسلامی) پر ۱۷، ۱۸، ۱۹ / ستمبر بروز سنیچر، اتوار، پیر کو تین روزہ تربیتی حج کلاس کا انعقاد کیا۔ جس میں نگراں سنی دعوت اسلامی مولانا سید محمد امین القادری صاحب نے بالکل آسان انداز میں حج کی ادائیگی کا طریقہ بیان کیا۔ اسٹیج پر مقامات مقدسہ ماڈل ہونے کی وجہ سے سامعین و ناظرین کو طریقہ سمجھنے میں کافی آسانی ہوئی۔ مولانا موصوف نے پہلے دن عمرہ، دوسرے دن حج اور تیسرے دن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا طریقہ و آداب بیان کیا۔ جس وقت آپ بارگاہِ رسالت کے متعلق خطاب فرما رہے تھے شوق دیدار رسول میں ہر آنکھ ساون بھادوں کی طرح اشکبار تھی۔ تربیتی کلاس میں خواتین اسلام کے لیے نشست کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ امسال حج کی سعادت حاصل کرنے والوں کو سنی دعوت اسلامی کی جانب سے حضرت امیر سنی دعوت اسلامی کی تصنیف ''معمولات حرمین'' تحفۃً پیش کی گئی۔ صلاۃ وسلام اور نگراں سنی دعوت اسلامی کی رقت انگیز دعا پر تربیتی حج کلاس کا اختتام ہوا، سینکڑوں افراد نے اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔

وضاحت

اکتوبر ۲۰۱۱ کے شمارے میں فتاویٰ رضویہ کے تعلق سے ایک غلط خبر شائع ہوگئی تھی۔ صحیح خبر یہ ہے کہ فتاوی رضویہ سے ماخوذ ۲۷ عربی فتاویٰ جن کا تعلق مہر معجّل سے ہے، کی اشاعت مکتبہ علمیہ بیروت سے ہوئی ہے۔ قارئین تصحیح کرلیں۔ (ادارہ)

قارئین کے خیالات وتاثرات

از:ادارہ

بچیوں کی تعلیم بھی ضروری ہے

رفیع القدر جناب ایڈیٹر صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماہنامہ سنی دعوت اسلامی باصرہ نواز ہوا دیکھ کر دل باغ باغ ہوا۔ سر ورق سے ہی رسالے کی وقعت کا اندازہ ہوگیا۔ تمام مضامین اور مشمولات نہایت جامع اور وقیع ہیں۔ اللہ کرے اسلام کا یہ مہ تاباں ہمیشہ درخشندہ وتابندہ رہے۔

مجھے تعلیم نسواں سے متعلق چند باتیں عرض کرنی ہے کہ علم کی اہمیت وافادیت روز روشن کی طرح عیاں ہوجانے کے باوجود نہ جانے کیوں مسلم والدین بچیوں کو پڑھانے میں تساہلی سے کام لیتے ہیں حالاں کہ مردوں اورعورتوں میں حصول علم میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ مردوں کوعلم حاصل کرنا جتنا ضروری ہے عورتوں کوبھی اسی قدر لازمی ہے۔ ہم اگرصالح معاشرے کے خواہاں ہیں تو اپنی بچیوں کوبھی زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا ہوگا تبھی جا کرایک صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے کیوں کہ ماں کی گود بچے کی اولین درس گاہ ہوتی ہے۔ ماں کی تربیت کا اثر بچوں کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے کچھ والدین اپنی بچیوں کوتعلیم دلاتے بھی ہیں تو صرف انگریزی تعلیم پراکتفا کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر لینے کے بعد بھی وہ دینی علوم کے ابجد سے نابلد ہوتی ہیں۔ ابھی اسی رمضان المبارک کے پر بہار موقع پر کٹک اڑیسہ کی سرزمین پر مولانا سید عمران شریف مصباحی نےعورتوں کے لیے اسلامک ورک شاپ کا اہتمام کیا جس میں جوق در جوق ہماری ماؤں اور بہنوں نے مقررہ دن اور وقت پر حاضر ہوکر دینی تعلیم کے تئیں اپنی بیداری کا ثبوت پیش کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آج بھی دخترانِ ملت میں اسلامی روح باقی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کے والدین اورسرپرست انہیں صحیح سمت دکھائیں اورغلط روی سے بچائیں۔ ان پروگراموں کے نتائج بہت اچھے رہے۔ کئی حضرات نے اپنے گھروں پربھی عورتوں کے لیے دینی مجلس کا اہتمام کیا۔ تمام پروگراموں میں میری بہن ناجیہ قمر سلمہا (متعلمہ کلیۃ البنات الامجدیہ) نے حاضر ہوکر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ آپ حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اس کے علم عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ میں گزارش کروں گا ان تمام بہنوں سے جو مدرسے سے پڑھ کر آتی ہیں کہ آپ حضرات چھٹی کے حسین مواقع کو خدمت دین میں صرف کریں، جو کچھ آپ نے سیکھا ہے دوسروں کو بھی سکھائیں۔ اللہ ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔ آمین۔

از: محمد وجیہ القمر مصباحی مدرسہ مدینۃ العلم، دیوان بازار، کٹک اڑیسہ

☆☆☆

ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی دوسرے دنوں پرفضیلت

اطاعت وفرماں برداری کے موسموں میں سے ماہ ذوالحجہ کے پہلے دس یوم بھی ہیں جنہیں اللہ تعالی نے باقی سب ایام پرفضیلت دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دس دنوں میں کیے گئے اعمال صالحہ اللہ تعالی کوسب سے زیادہ محبوب ہیں۔ صحابہ نے عرض کی اللہ تعالی کے راستے میں جہاد بھی نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں لیکن وہ شخص جو اپنا مال اور جان لے کر نکلے اور کچھ بھی واپس نہ لائے۔ (صحیح بخاری: ج ۲/ص ۴۵۷)

اورایک دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عشرۂ ذی الحجہ میں کیے گئے عمل سے زیادہ پاکیزہ اورزیادہ اجر والا عمل کوئی نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا گیا کہ نہ ہی اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نہ ہی اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا۔ (سنن دارمی: ج ۱/ص ۳۵۷)

مندرجہ بالا اوراس کے علاوہ دوسری نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن باقی سال کے سب ایام سے بہتر اورافضل ہیں اوراس میں کسی بھی قسم کا کوئی استثنا نہیں حتی کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ بھی نہیں لیکن رمضان المبارک کے آخری

عشرے کی دس راتیں ان ایام سے بہتر اور افضل ہیں کیونکہ ان میں لیلۃ القدر شامل ہے اور لیلۃ القدر ایک ہزار راتوں سے افضل ہے تو اس طرح سب دلائل میں تطبیق ہوجاتی ہے ۔(تفسیر ابن کثیر: ج ۵؍،ص ۴۱۲؍)لہذا مسلمان شخص کو چاہیے کہ وہ ان دس دنوں کی ابتدا اللہ تعالی کے سامنے سچی اور پکی توبہ کے ساتھ کرے اور پھر عمومی طور پر کثرت سے اعمال صالحہ کرے اور پھر خاص کر مندرجہ ذیل اعمال کا خیال کرتے ہوئے انہیں انجام دے۔

روزے: مسلمان شخص کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ رکھنا سنت ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس ایام میں اعمال صالحہ کرنے پر ابھارا ہے اور روزہ رکھنا اعمال صالحہ میں سے سب سے افضل اور اعلی کام ہے اور اللہ تعالی نے روزہ اپنے لیے چنا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (ابن آدم کے سارے کے سارے اعمال اس کے اپنے لیے ہیں لیکن روزہ نہیں کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجروثواب دوں گا) (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۱۸۰۵؍)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نو ذوالحجہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ ہنیدہ بن خالد اپنی بیوی سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو ذوالحجہ اور یوم عاشورا اور ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے۔ مہینے کے پہلے سوموار اور دو جمعراتوں کے (سنن نسائی: ج ۴؍،ص ۲۰۵؍)،سنن ابوداؤد: ج ۲؍،ص ۲۶۲؍)

تکبیریں، الحمد اللہ اور سبحان اللہ کثرت سے کہنا: ان دس ایام میں مساجد، راستوں اور گھروں اور ہر جگہ جہاں اللہ تعالی کا ذکر کرنا جائز ہے وہیں اونچی آواز سے تکبیریں اور **لاالــــہ الاالـلــــہ** اور **الحمدللہ** کہنا چاہیے تا کہ اللہ تعالی کی عبادت کا اظہار اور اللہ تعالی کی تعظیم کا اعلان ہو۔ مرد تو اونچی آواز سے کہیں گے لیکن عورتیں پست آواز میں ہی کہیں ۔اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقرر دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ تعالی کا نام یاد کریں جو پالتو ہیں۔(الحج ۲۸؍)

جمہور علمائے کرام کا کہنا ہے کہ معلوم دنوں سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ ایام معلومات سے مراد دس دن ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی کے یہاں ان دس دنوں سے عظیم کوئی دن نہیں اور ان دس ایام میں کیے جانے والے اعمال سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں لھذا **الاالــہ الا الـلــہ** اور **سبــحـــان الـلــــہ** اور تکبیریں کثرت سے پڑھا کرو۔(مسند احمد: ج ۷؍،ص ۲۲۴؍) تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: **اللــہ اکبر اللہ اکبر لا إله إلا الله و الله اکبر و لله الحمد**

اس کے علاوہ بھی تکبیریں ہیں۔ یہاں ایک بات کہنا چاہیں گے کہ موجود دور میں تکبیریں کہنے کی سنت کو ترک کیا جاچکا ہے اور خاص کر ان دس دنوں کی ابتدا میں تو سننے میں نہیں آتی کسی نادر شخص سے سننے میں آئیں گیں اس لیے ضروری ہے کہ تکبیروں کو اونچی آواز میں کہا جائے تا کہ سنت زندہ ہوسکے اور غافل لوگوں کو بھی اس سے یاد دہانی ہو۔ ابن عمر اور ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہما کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ دونوں ان دس ایام میں بازاروں میں نکل کر اونچی آواز کے ساتھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور لوگ بھی ان کی تکبیروں کی وجہ سے تکبیریں کہا کرتے تھے۔ اس کا مقصد اور مراد یہ ہے کہ لوگوں کو تکبریں کہنا یاد آئیں اور ہر ایک اپنی جگہ پر اکیلے ہی تکبریں کہنا شروع کردے اس سے یہ مراد نہیں کہ سب لوگ اکھٹے ہوکر بیک آواز تکبیریں کہیں کیونکہ ایسا کرنا مشروع نہیں ہے۔ اور جس سنت کو چھوڑا جاچکا ہو یا پھر وہ تقریباً چھوڑی جارہی ہو تو اس پر عمل کرنا بہت ہی عظیم اجروثواب پایا جاتا ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اس پر دلالت کرتا ہے: جس نے بھی میری مردہ سنت کو زندہ کیا اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب دیا جائے گا اور ان دونوں کے اجروثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔(سنن ترمذی: ج ۷؍،ص ۴۴۳؍)

حج وعمرہ کی ادائیگی: ان دس دنوں میں جو سب سے افضل اور اعلی کام ہے وہ بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنا ہے لہذا جسے بھی اللہ تعالی اسے اپنے گھر کا حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس نے مطلوبہ طریقے سے حج کے اعمال ادا کیے تو ان شاء اللہ اسے بھی اس کا حصہ ملے گا جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے: حج مبرور کا جنت کے علاوہ کوئی اجروثواب نہیں۔

قربانی: عشرۂ ذی الحجہ کے اعمال صالحہ میں قربانی کے ذریعے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنا بھی شامل ہے کہ قربانی کی جائے اور اللہ تعالی کے راستے میں مال خرچ کیا جائے۔ لہذا ہمیں ان فضیلت والے ایام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ یہ ہمارے لیے بہترین اور سنہرا موقع

ہے قبل اس کے کہ ہم اپنی کوتاہی پر نادم ہوں اور قبل اس کے کہ ہم واپس دنیا میں آنے کا سوال کریں لیکن اس کی شنوائی نہ ہو ۔

از: شمیم خاں رضوی

☆☆☆

حضرت سید یحییٰ حسن میاں علیہ الرحمہ

مخدوم المشائخ گل گلزار برکاتیت وارث پنجتن حضرت شاہ یحییٰ حسن میاں قادری اب علیہ الرحمہ ہوگئے ۔حضرت موصوف اخلاص و وفا کے پیکر جامع شریعت وطریقت ،شمع بزم ولایت، شان برکاتیت اور بحر معرفت کے شناور تھے ۔آپ کی صورت وسیرت آیت تطہیر کی تنویر تھی ۔آپ نے ۲۱/ جولائی ۲۰۱۱ء، بروز جمعرات مطابق ۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔آپ کا مزار مبارک خانقاہ برکاتیہ کے گراؤنڈ میں مرجع خلائق ہے ۔اس فقیر کو چار سال قبل حضرت موصوف کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔مولانا ممتاز حیدر صاحب (سید پور بدایوں) نے اس فقیر کو جشن یوم رضا کے موقع پر دعوت دی تھی ۔جشن یوم رضا میں خطابت اور نعت ومنقبت کا مبارک دور چلا رہا تھا ۔ پورا مجمع تقریر سننے میں محو تھا کہ اچانک نعرۂ تکبیر ورسالت کے ساتھ حضرت سید یحییٰ حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے ۔حضرت سید یحییٰ حسن میاں زندہ باد کے نعروں کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔اس دلکش شخصیت کو دیکھتے ہی زبان بول اٹھی ۔

تھی جن کے دیکھنے کی تمنا یہی تو ہیں

اللہ والوں کی سب سے واضح علامت یہی ہے کہ ان کو دیکھ کر خدا کی یاد آئے ۔علمائے کرام کی تقریر کے بعد حضرت سید یحییٰ میاں نے جامع اور پر مغز تقریر ارشاد فرمائی پھر صلاۃ وسلام کے بعد عاجز وانکساری کے ساتھ دعا فرمائی ۔ بعد دعا لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا۔اس کے بعد حضرت اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے ۔

یہ تھا پہلی مرتبہ حضرت مخدوم المشائخ کے دیدار کا شرف جو کہ بہت ہی مختصر تھا مگر دل کی تختی پر عقیدت ومحبت کے ایسے سنہرے نقوش مرتسم ہوگئے جو آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہے ہیں ۔حضرت سید یحییٰ حسن میاں کو صحیح النسب سید اور رفیع النسبت شیخ طریقت ہونے کا شرف اور فخر حاصل تھا۔ دینی ماحول بچپن ہی سے میسر تھا تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین تربیت بھی پائی تھی اس کا اثر پوری زندگی آپ پر چھایا رہا۔انہوں نے حضرات سلف صالحین کے طریقے پر چلتے ہوئے تبلیغ دین کو اپنا مقصد حیات قرار دیا۔ پیرزادہ سجادہ نشین ہونے کے باوجود اپنے آپ کو محض خانقاہ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ بیرونی ممالک میں بھی خدمت دین فرمائی ۔آپ نے خانوادۂ برکاتیہ کی روایت کے مطابق علم وعمل اور اخلاص و پرہیزگاری کو یکجا کر کے دکھایا۔مواعظ وتقاریر کے علاوہ اشغال واذکار کو بھی جاری وساری رکھا۔علمائے وارثین کی پیروی میں تعلیم کتاب تلقین حکمت وتذکیہ نفس کو اپنا مقصود حیات قرار دے کر ہزار ہا نفوس امارہ کو منزل مقصود تک پہنچایا۔

حضرت سید یحییٰ حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات میں ان تمام خوبیوں کو تلاش کیا جاسکتا ہے جو ایک ولی کامل کی لیے ضروری ہوتی ہیں ۔ولی کی پہچان کے سلسلے میں علمائے کرام نے مختلف علامات نقل کی ہیں ۔یہ ساری علامات حضرت پر بالکل کھری اترتی ہیں ۔

ولی شریعت وسنت کے پابند اور خوف خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سنگم ہوتے ہیں ۔سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد، آنکھیں تر اور پیٹ بھوکا ہو (روح البیان) ولی سے مراد وہ شخص ہے جو عارف باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ دائمی عبادت کرتا ہو۔(فتح الباری۔حافظ ابن حجر عسقلانی)

علمائے متکلمین کے نزدیک ولی وہ ہے جس کا عقیدہ درست اور اعمال شریعت کے مطابق ہوں (تفسیر کبیر۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ)

ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیا، آنکھوں میں تری، دل میں پاکی، زبان پر شریعت، ہاتھ میں بخشش، وعدے میں وفا اور بات میں شفا ہو۔ولی کی شان یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے ۔بعض لوگ خلاف شرع کام کرتے ہیں مثلاً نماز نہیں پڑھتے ، داڑھی منڈاتے ہیں، بے پردہ عورتوں کے ساتھ رہتے ہیں اور انہیں لوگ ولی سمجھتے ہیں یہ بالکل غلط ہے ۔شریعت مطہرہ کے خلاف کام کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہیں کرے گا جیسا کہ اس سے نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے تو وہ انکار نہیں کرے گا۔(الملفوظ ۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت)

خانوادۂ برکاتیہ کے اس عظیم بزرگ کی شخصیت میں ولایت کے یہ سارے اوصاف پائے جاتے ہیں ۔

مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے ۔آمین بجاہ سید المرسلین ۔

از: نور محمد حسنی جامعہ خدیجہ للبنات پورن پور پیلی بھیت

⁂......⁂

منظومات

از:ادارہ

میری آنکھوں میں فقط تیری شناسائی ہو

زندگی میں میرے اک ایسی گھڑی آئی ہو
سنگ دران کا ہواور میری جبیں سائی ہو

میری دیوانگی اک اور جہاں مانگے ہے
دشت طیبہ ہوتری یادہو سودائی ہو

پھیرلوں اپنی نظر دونوں جہاں سے یارب
میری آنکھوں میں فقط تیری شناسائی ہو

میں کہ مدت سے ہوں محروم تماشائے بہار
اب کے آؤں توگلشن میں بہار آئی ہو

غازۂ خاک قدم چہرۂ ہستی پہ ملوں
نازش حسن دو عالم میری زیبائی ہو

دل کے صحرامیں کھلیں آپ کی الفت کے گلاب
روکش خلدبریں لالۂ صحرائی ہو

حشر میں لوگ کہیں مجھ کو سگِ کوئے نبی
رشک شاہان دوعالم میری زیبائی ہو

پابہ جولاں مجھے لے جائیں وہ مقتل کی طرف
اوروہ جان تمنا بھی تماشائی ہو

حاصل زیست قمرؔ بس وہی لمحہ ہوجائے
وہ ہوں، بیمار کی بالیں پہ اجل آئی ہو

نتیجۂ فکر: علامہ قمرالزماں قمرؔ اعظمی، لندن

ترا حسن، حق کا جمال ہے

ترا حسن، حق کا جمال ہے کہ عجیب صورت حال ہے
تجھے دیکھے کس کی مجال ہے کہ عجیب صورت حال ہے

تری رفعتوں کا ہو کیا بیاں تری رہ گزر ہے جولامکاں
جہاں سمت ہے نہ شمال ہے کہ عجیب صورت حال ہے

یہی سوچ ہے تجھے کیا کہوں، نہ خدا کہوں نہ جدا کہوں
تو حبیب ذات جلال ہے کہ عجیب صورت حال ہے

تو ہے نور خالق دوجہاں ترے جیسا کوئی بشر کہاں
تری مثل ہے نہ مثال ہے کہ عجیب صورت حال ہے

تیرے در پہ شاہ وگدا پلے مرے دفن کو ترا در ملے
ترا عام جودونوال ہے کہ عجیب صورت حال ہے

تیرے در سے جائے کہاں رفیعؔ بھلا تجھ سا پائے کہاں شفیع
مری آخرت کا سوال ہے کہ عجیب صورت حال ہے

از: مولانا محمد رفیع الدین رفیعؔ اشرفی، پربھنی

منقبت درشان حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ہیں دیں کے نگہبان جناب حمزہ رضی اللہ عنہ
ہے اٹل اپنا یہ ایقان جنابِ حمزہ رضی اللہ عنہ

ناز کرتی ہے تواریخ شجاعت پہ ہنوز
قابلِ رشک ہے یہ شان جنابِ حمزہ رضی اللہ عنہ

جس جگہ نوش کیا جامِ شہادت بے خوف
ہے شفق زار وہ میدان جناب حمزہ رضی اللہ عنہ

انتہا ہے یہ محمد (ﷺ) سے وفاداری کی
کر گئے جان بھی قربان جنابِ حمزہ رضی اللہ عنہ

از: بندہ خدا

پیشکش: عبداللہ سرور اعظمی نجمی

انعامی مقابلہ نمبر (۱۱)

سوالات:

(۱)''اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' کس آیت کا ترجمہ ہے؟ (۲)''تم دوسروں پر خرچ کرو میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا'' کس حدیث کا ترجمہ ہے؟ (۳) حریرہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرغوب غذا ہے اس کا عربی نام کیا ہے؟ (۴) فقہ کی روشنی میں کون کون سے جانور فاسق ہیں؟ (۵) غزوہ احزاب کس سن میں ہوا؟ (۶) مضمون کے کتنے اجزا ہوتے ہیں اور کون کون سے؟ (۷) حضرت صفیہ کا وصال کس کے دورِ خلافت میں ہوا؟

انعامی مقابلہ نمبر (۹) کے صحیح جوابات:

(۱) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے۔ (۲) نیل پالش اسپرٹ کی آمیزش کی وجہ سے حرام ہے۔ (۳) ماں باپ کا نافرمان، ۲۔شراب پینے والا۔ (۴) زکوۃ فنڈ سے اسکول میں فیس کے لیے چیک دینا جائز نہیں۔ (۵) اللھم سلم من رمضان وسلم رمضان لی وسلمه منی ۔ (۶) شریعت کی اصطلاح میں اپنی کوئی چیز یا اس کا فائدہ کسی خاص مقصدِ خیر کے لیے مخصوص کر دینے کو وقف کہتے ہیں۔ (۷) انسان کو نیکی کی ترغیب دلانا اور برائی سے منع کرنا۔

انعامات:

پہلا انعام : **قادری نذر النساء (امرت نگر ممبرا)**

دوسرا انعام : **ناجیہ قمر متعلمہ کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی مئو**

تیسرا انعام : **طاہر علی قادری تنور نگر ممبرا**

۸رصحیح جوابات دینے والوں کے نام: ۱۔خان تبسم حفیظ اللہ (امرت نگر ممبرا) ۲۔میمن جویریہ فاطمہ (امرت نگر ممبر) ۳۔شبانہ برکاتی (امرت نگر ممبرا) ۴۔حنا نوری کوسہ (ممبرا) ۵۔رئیسہ برکاتی (امرت نگر ممبرا) ۶۔خان نازیہ سری لنکا (ممبرا) ۷۔جمیلہ یوسف حسامی (امرت نگر ممبرا) ۸۔ساجدہ بانو ۹۔فرحین سلطانہ بنت محمد عنایت علی گلبرگہ کرناٹک ۱۰۔فیضان رضا محمد حنیف مالیگاؤں (ناسک) ۱۱۔عبدالعتیق عبداللطیف اچلپور (امراوتی) ۱۲۔عائشہ آفرین (راۓچور) ۱۳۔اسامہ سجاد احمد (مالیگاؤں)

۶رصحیح جوابات دینے والوں کے نام: ۱۔خان وسیمہ اسرار احمد (وکرولی ویسٹ ممبئی) ۲۔حنا ناز اقبال گھاٹ کوپر ممبئی ۳۔منیر الدین مڑکی گلبرگہ کرناٹک

۵رصحیح جوابات دینے والوں کے نام: ۱۔محسن خان یوسف خان (چوپڑا ضلع جلگاؤں)

ہدایات

☆ شرائط کا اطلاق ہوگا۔
☆ جوابات ۲۰ رنومبر سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہوجانے چاہئیں۔

کوپن انعامی مقابلہ نمبر (۱۱)

نام:.................................. عمر:..........................
مشغلہ:.............................. پتہ:..........................
.... پن کوڈ:..........................